ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

دسمبر 2021ء - ربیع الآخر 1443ھ (جلد 19 شمارہ 04)

جلد 19 شمارہ 04

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

دسمبر 2021ء - ربیع الآخر 1443ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.....................35روپے
سالانہ.................400روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..................جفاکشی اور محنت کا زوال..................مفتی محمد رضوان 3

درسِ قــــرآن (سورہ آلِ عمران: قسط21)..................اہلِ کتاب کے ایک فریق کا اللہ پر

جھوٹ باندھنا.. // // 5

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط2).... // // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات.. // // 29

ایک آسان عبادت..مولانا شعیب احمد 36

ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات...........مولانا طارق محمود 39

علم کے مینار: .... امت کے علماء وفقہاء (قسط10)........مفتی غلام بلال 41

تذکرۂ اولیاء:.........عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی کی مثالیں.....مولانا محمد ریحان 46

پیارے بچو!............................دادا کی گھڑی............................ // // 49

بزمِ خواتین .....وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (پہلا حصہ).........مفتی طلحہ مدثر 51

آپ کے دینی مسائل کا حل..."عمل بالحدیث" کا حکم (قسط10)...ادارہ 58

کیا آپ جانتے ہیں؟................. صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق

جمہور اہلُ السنۃ کا موقف (قسط2)...مفتی محمد رضوان 73

عبرت کدہ ... ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ اول)......مولانا طارق محمود 84

طب وصحت..............................انڈا.....................حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز............................ // // 90

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

جفاکشی اور محنت کا زوال

جب سے سائنس نے ترقی کی ہے، اور اس کی وجہ سے انسانوں کی بہت سی ضروریات پوری ہونے میں سہولت حاصل ہوگئی ہے، اسی کے ساتھ اس کی وجہ سے دنیا میں بسنے والی مخلوق نے بہت سے نقصانات بھی اٹھانا شروع کردیے ہیں، جن کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مثلاً جب سے طلب و رسد کے تیز ترین وسائل اور ذرائع پیدا ہوگئے، اس وقت سے تھوڑے وقت میں زیادہ کام ہونے لگا، پہلے زمانے میں انسان کو جہاں پہنچنے میں لمبا وقت درکار ہوتا تھا، وہاں انسان چند منٹوں میں پہنچ جاتا ہے، بلکہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بات چیت اور رابطہ کرلیتا ہے۔

جو کام پہلے انسان کے اعضاء و جوارح سے نہایت محنت و مشقت برداشت کرکے انجام دیے جاتے تھے، اب ان میں سے بہت سے کام مشینوں سے انجام دیے جانے لگے، پہلے پانی حاصل کرنے کے لیے کنویں، یا نل سے پانی کھینچنا پڑتا تھا، اب موٹر سے پانی کھینچا جاتا ہے، پہلے ہاتھ سے چکی چلا کر آٹا پیسا جاتا تھا، سل بٹے کے ذریعہ مصالحہ پیسا جاتا تھا، ہاتھ سے کپڑے دھوئے جاتے تھے، اب یہ کام بجلی والی موٹر، جوسر مشین اور واشنگ مشین وغیرہ سے کیے جاتے ہیں، پہلے گرمی سے حفاظت کے لیے ہاتھ سے پنکھا کیا جاتا تھا، اب ہر جگہ برقی پنکھے موجود ہیں۔

اور مثلاً پہلے ہر شخص کو بروقت اپنے یہاں کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا، لیکن اب بازار سے تیار شدہ ہر چیز دستیاب ہے، اور فریج و ڈیپ فریزر وغیرہ میں محفوظ رکھنے، اور ''مائیکرو ویو اوون'' (Microwave oven) وغیرہ سے فی الفور کھانے پینے کی چیز گرم کرنے کا انتظام موجود ہے۔

مگر ان آسائشوں کی وجہ سے انسانوں کی نقل و حرکت، جفاکشی اور محنت بہت کم ہوگئی، اور اس کی وجہ سے لوگ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہوگئے، اور دوسرے یہ چیزیں بڑے بڑے حادثات کا بھی ذریعہ بن گئیں، بجلی کے کرنٹ اور آگ لگنے سے بے شمار جانیں چلی جاتی ہیں، بڑے بڑے مالی

www.idaraghufran.org

وجانی حادثات ہوجاتے ہیں، مشینوں اور گاڑیوں کے استعمال کی وجہ سے فضائی آلودگی میں بے حد اضافہ ہوگیا ہے، اور موسم میں غیر معمولی تغیر وتبدیلی پیدا ہوگئی ہے، اور چیزوں کو ٹھنڈا رکھنے اور گرم کرنے کے غیر فطری طریقے، صحت کے لیے بے حد مُضِر ہیں، اسی طرح کھانے پینے کی بازاری اشیاء بھی بہت غیر معیاری اور صحت کے لیے تباہ کن ہیں۔

یہ چند مثالیں سائنسی ترقی کی انسانوں کی سہولیات وآسائش سے متعلق پیش کی گئیں، ورنہ تھوڑے سے غور وفکر کے بعد بہت سی مثالیں سمجھ آسکتی ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا کہ انسان اپنے اکثر کام کاج مشینوں کے ذریعہ انجام دینے لگا ہے، اور یہ سلسلہ روز بروز ترقی کرتا اور آگے بڑھتا جارہا ہے، اور معلوم نہیں کہ کہاں جا کر رُکے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ سائنس اور مشینری تو آگے بڑھتی جارہی اور ترقی پکڑتی جارہی ہے، مگر انسانیت درحقیقت تنزلی کی طرف جارہی ہے، ان سائنسی ایجادات کے نتیجہ میں فطرتِ انسانی سے دوری بڑھتی جارہی ہے، جس کے نہایت سنگین اثرات نہ صرف انسان کی ذات پر پڑرہے ہیں، اسی کے ساتھ زمین پر بسنے والی دوسری مخلوقات، بلکہ دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں اور پوری زمین، اور یہ کہنا چاہیے کہ پورے نظامِ شمسی پر پڑرہے ہیں۔ اب سائنس دان بھی وقتاً فوقتاً نہایت سنگین اور اجتماعی نوعیت کے خطرات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں، اور فطرت کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں، لیکن ساتھ ہی سائنسی ایجادات وترکیبات میں روز بروز اضافہ کیے جارہے ہیں، ان حالات میں ہمارے اختیار میں یہ تو نہیں کہ پوری انسانیت کو پیچھے موڑ کر فطرت پر لاکھڑا کریں، لیکن ہر شخص اپنی روزمرہ کی زندگی میں کھانے پینے، رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور دوسرے کام کاج میں اپنے آپ کو جہاں تک قدرت واختیار میں ہو، فطرت کے قریب لانے، اور حتی الامکان محنت وجفاکشی اختیار کرنے کی کوشش کرسکتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ اپنے اور اپنے متعلقین کو کئی قسم کے سنگین خطرات وحادثات اور بیماریوں سے محفوظ کرسکتا ہے۔ اور اگر ہم اپنی روزمرہ کی زندگی اور رہنے سہنے، کھانے پینے وغیرہ کے معمولات پر نظر ڈالیں گے، تو ذرا سی توجہ سے ہم بہت سی چیزوں کو اب بھی فطرت کے قریب لاکر استعمال کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط21، آیت نمبر 78 تا 81)

مفتی محمد رضوان

اہلِ کتاب کے ایک فریق کا اللہ پر جھوٹ باندھنا

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ (78) مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّؤۡتِيَهُ اللّٰهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّىۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتٰبَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ (79) وَلَا يَاۡمُرَكُمۡ اَنۡ تَتَّخِذُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرۡبَابًا اَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡكُفۡرِ بَعۡدَ اِذۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (80)(سورة آلِ عمران، رقم الآيات 78 الٰی 80)

ترجمہ: اور بے شک ان میں سے یقیناً ایک گروہ (ایسا ہے کہ) مروڑتے ہیں وہ اپنی زبانوں کو کتاب کے ذریعہ، تاکہ گمان کرو تم اس کو کتاب سے، حالانکہ نہیں ہوتا وہ کتاب سے اور کہتے ہیں وہ کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے، حالانکہ نہیں ہوتا وہ اللہ کے پاس سے، اور کہتے ہیں وہ اللہ پر جھوٹ، اور وہ جانتے ہیں (78) نہیں ہے (جائز) کسی بشر کے لیے کہ عطاء کرے اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت، پھر کہے وہ لوگوں کو کہ ہو جاؤ تم بندے میرے اللہ کو چھوڑ کر اور لیکن ہو جاؤ تم رب کا علم حاصل کرنے والے، اس وجہ سے کہ تعلیم دیتے ہو تم کتاب کی، اور اس وجہ سے کہ تم خود پڑھتے ہو (اس کا تقاضا یہی ہے) (79) اور نہ وہ نبی حکم دے گا تم کو کہ بنالو تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب، کیا حکم دے گا وہ تم کو کفر کا، اس کے بعد کہ جب تم مسلمان ہو چکے ہو (80) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں اہلِ کتاب کے ایک فریق کے اس طرزِ عمل کا ذکر کیا گیا ہے کہ

www.idaraghufran.org

وہ اپنی زبانوں کی ہیر پھیر کر کے، اللہ کی کتاب، یعنی تورات وانجیل کے الفاظ، یا معنیٰ ومطلب کو بدل دیا کرتے تھے، اور یہ ظاہر کیا کرتے تھے کہ اللہ کی کتاب میں یہ حکم دیا گیا ہے، اور یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا تھا، اور اہلِ کتاب کا یہ فریق اس طرح سے اللہ پر جھوٹ باندھ دیا کرتا تھا، جس کا اُس کو علم بھی تھا۔

چنانچہ اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ، نبیوں کے ساتھ معبودوں والا سلوک وبرتاؤ کیا کرتے تھے، اُن کو سجدے بھی کرتے تھے، اور اس کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اس کا اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کسی ایسے بندہ بشر کے لیے، جسے اللہ نے کتاب اور اپنا حکم اور نبوت کا منصب عطاء فرمایا ہو، یہ بات جائز نہیں کہ وہ لوگوں کو یہ کہے کہ تم اللہ کے مقابلے میں میری عبادت کرنے والے بن جاؤ، بلکہ اُس کی طرف سے تو اللہ کے عبادت گزار بندے، بننے کا حکم دیا جاتا ہے، اور اسی مقصد کے لیے اللہ کی کتاب اور اس کا حکم نازل کیا جاتا ہے، اور اللہ کی طرف سے ہر نبی کو اسی مقصد کا پیغام دے کر انسانوں کے پاس بھیجا جاتا ہے، اسی چیز کی تم اللہ کی کتاب سے جابجا تعلیم دیتے ہو، اور اسی کو اللہ کی کتاب میں پڑھتے ہو، پس تم اللہ کے عبادت گزار بن جاؤ۔

جب اللہ کی کتاب میں جابجا اس چیز کا ذکر ہے، تو پھر کوئی نبی اس کے خلاف کیسے حکم دے سکتا ہے۔

اور نہ ہی کسی ایسے بشر کے لیے، جسے اللہ نے کتاب اور حکم اور نبوت عطاء کی ہو، یہ بات جائز ہے کہ وہ یہ حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو ''معبود'' بنالو، کیا تمہیں اللہ کی وحدانیت وعبادت کی دعوت دینے اور تمہارے مسلمان ہونے کے بعد نبی کا اس طرح کی کفریہ بات کا حکم دینا، زیب دے سکتا ہے۔

یہ اللہ کی طرف سخت جھوٹا بہتان ہے، اللہ کی طرف جھوٹ باندھنا، سخت گناہ ہے، جس کا قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی ذکر آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر جھوٹ باندھنے کی اہلِ کتاب اور مشرکین سے شکایت فرمائی ہے، اور اس پر سخت وعیدوں کا ذکر فرمایا ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(سورۃ آلِ عمران، رقم الآیۃ ۹۴)

ترجمہ: پس جو شخص گھڑے اللہ پر جھوٹ، اس کے بعد، تو یہی لوگ ظالم ہیں‘‘

مذکورہ آیت میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔

اور سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا (سورۃالنساء)

ترجمہ: دیکھیے کیسے گھڑتے ہیں وہ (لوگ) اللہ پر جھوٹ کو، اور کافی ہے یہی صریح گناہ ہونے کے لیے (سورہ نسآء)

مذکورہ آیت میں اللہ پر جھوٹ باندھنے کے صریح گناہ کے وبال کو، کافی قرار دیا گیا ہے۔

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ

(سورۃالمائدۃ،رقم الآیۃ ۱۰۳)

ترجمہ: اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، گھڑتے ہیں وہ اللہ پر جھوٹ کو، اور ان میں اکثر (لوگ) عقل نہیں رکھتے (سورہ مائدہ)

مذکورہ آیت میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں میں اکثر کو بے عقل قرار دیا گیا ہے۔

اور سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ. مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ(سورۃیونس،رقم الآیات ۶۹و۷۰)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ بے شک وہ لوگ جو گھڑتے ہیں، اللہ پر جھوٹ کو، فلاح نہیں پائیں گے وہ، کچھ فائدہ ہے، دنیا میں، پھر ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر چکھائیں گے ہم ان کو شدید عذاب، بوجہ اس کے کہ کفر کرتے تھے وہ (سورہ یونس)

مذکور آیات میں پہلے تو اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو اس چیز سے خبردار کیا گیا کہ وہ فلاح و کامیابی نہیں پا سکتے۔

اور پھر بتلایا گیا کہ وہ لوگ اس طرح کی حرکت دنیا کی مال وجاہ کی خاطر کرتے ہیں، حالانکہ دنیا کا

فائدہ بہت تھوڑا ہے، اور اللہ پر جھوٹ باندھ کر جو گناہ کیا، اس کا نقصان بہت بڑا ہے، جو کچھ بھی کرلیا جائے، بالآخر اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، جہاں اس طرح کے کرتُوتوں کے سخت ترین عذاب اور وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

(سورۃالنحل،رقم الآیۃ ۱۰۵)

ترجمہ: بس گھڑتے ہیں جھوٹ کو وہ لوگ، جونہیں ایمان لاتے، اللہ کی کتاب پر، اور یہی لوگ جھوٹے ہیں (سورہ نحل)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا، بے شک وہ اپنے آپ کو مومن سمجھتے رہیں، وہ جھوٹے ہیں۔

اور سورہ نحل ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ .مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۃالنحل،رقم الآیات ۱۱۶و۱۱۷)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو گھڑتے ہیں اللہ پر جھوٹ کو، فلاح نہیں پائیں گے وہ۔ فائدہ ہے تھوڑا، اور ان کے لیے عذابِ الیم ہے (سورہ نحل)

اس طرح کی آیت اور اس کی وضاحت پیچھے سورہ یونس کے حوالہ سے بھی گزر چکی ہے۔

اور سورہ صف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ .يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃالصف، رقم الآیات ۷و۸)

ترجمہ: اور کون ہوگا زیادہ بڑا ظالم، اس شخص سے، جس نے گھڑا اللہ پر جھوٹ، اور اس کو دعوت دی جاتی ہے، اسلام کی طرف، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا، ایسی قوم کو جو ظلم کرنے والی ہو۔ چاہتے ہیں وہ کہ بجھادیں اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے، اور اللہ پورا کرنے

والا ہے اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند کریں کافر (سورہ صف)

مذکورہ آیات میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو بہت بڑا ظالم قرار دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا گیا کہ اگر اللہ پر جھوٹ باندھنے کا مقصد یہ ہو کہ اللہ کا صحیح پیغام، اور اسلام کی شکل میں دین کی تبلیغ کا کام رُک جائے گا، تو یہ غلط فہمی ہے، یہ کام تو ہو کر رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِى أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الأَخْبَارِ بِاللَّهِ، تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الكِتَابَ، فَقَالُوا :هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا. أَفَلا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ العِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ، وَلاَ وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِى أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٦٨٥)

ترجمہ: اے مسلمانوں کی جماعت! کیوں سوال کرتے ہو، تم اہلِ کتاب سے، حالانکہ تمہاری کتاب، جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے، اس میں اللہ کی بتائی ہوئی سب سے نئی خبر موجود ہے (جس میں آخری نبی اور اس کے بعد قیامت، قائم ہونے وغیرہ سب ہی کا ذکر ہے) جسے تم پڑھتے ہو، اس میں کوئی ملاوٹ نہیں، اور تم سے اللہ نے بیان کردیا کہ اہلِ کتاب نے ان چیزوں کو بدل دیا ہے، جو اللہ نے لکھا تھا، اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اللہ کی کتاب میں تبدیلی کردی، پھر یہ بھی جھوٹ بولا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ وہ تھوڑی قیمت (یعنی دنیا کا مال) وصول کرلیں۔

کیا پس تمہیں اللہ نے منع نہیں فرمادیا، جو علم تمہارے پاس آیا ہے کہ اِن اہلِ کتاب سے سوال نہ کرو، اور اللہ کی قسم! ہم نے ان اہل کتاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کبھی تم سے اس چیز (یعنی قرآن) کے بارے میں سوال کرتا ہو، جو تم پر نازل کیا گیا ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت کے بعد کسی مسئلہ کے متعلق اہلِ کتاب سے سوال کرنے کی ضرورت نہیں، قرآن مجید اللہ کی سب سے آخری اور لیٹیسٹ (Latest) کتاب ہے، جس میں ہر نیا حکم

موجود ہے، جبکہ دوسری کتابیں عملی طور پر منسوخ ہوچکی ہیں، اور اُن کتابوں میں تحریف کردی گئی ہے، جس کی وجہ سے وہ نا قابلِ اعتبار ہوچکی ہیں۔

یہود ونصاریٰ نے جو نبیوں وغیرہ کو معبود کا درجہ دے دیا تھا، اس کا قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی ذکر آیا ہے۔ چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ،وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ،اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ، لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا .لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا (سورة النسآء، رقم الآيات ١٧١، ١٧٢)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! نہ غلو کرو تم اپنے دین میں اور نہ کہو تم اللہ کے متعلق، سوائے سچ کے، بس مسیح عیسٰی بن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جسے بھیجا مریم کی طرف اور روح ہے اس (اللہ) کی طرف سے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں، رک جاؤ اس سے (یہی) بہتر ہے تمہارے لئے۔ بس اللہ ہی تنہا معبود ہے، پاک ہے وہ اس سے کہ اس کے لئے اولاد ہو، اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور کافی ہے اللہ کارساز ہونے کے اعتبار سے۔ ہرگز عار نہیں رکھتا مسیح اس سے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرّب فرشتوں کو (اس سے کوئی عار ہے) اور جو کوئی عار کرے اس (اللہ) کی عبادت سے اور تکبر اختیار کرے، تو عنقریب وہ (یعنی اللہ) جمع کرے گا ان کو اپنے پاس، سب کے سب کو (سورہ نساء)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ (سورة المائدة، رقم الآية ٧٢)

ترجمہ: بلاشبہ تحقیق کفر کیا، ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ ہی مسیح مریم کا بیٹا ہے، حالانکہ کہا مسیح نے کہ اے بنی اسرائیل! عبادت کرو تم اللہ کی، جو میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے (سورہ مائدہ)

اور سورہ مائدہ میں ہی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (سورة المائدة، رقم الآيات ١١٦، ١١٧)

ترجمہ: اور جب فرمائے گا اللہ، اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ تم بنا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود، اللہ کے سوا، وہ (یعنی عیسیٰ) کہیں گے پاک ہے تیری ذات، نہیں جائز تھا، میرے لئے یہ کہ میں کہوں، وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہی ہو یہ بات تو یقیناً تو جانتا ہے، تو تُو جانتا ہے ہر اس بات کو جو میرے دل میں ہے اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا، جو تیرے علم میں ہیں، بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ نہیں کہا میں نے ان کو مگر وہی کہ حکم دیا تو نے مجھے اس کا، یہ کہ عبادت کرو تم اللہ کی، جو میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے، اور تھا میں ان پر گواہ، جب تک رہا میں ان میں، پھر جب وفات دے دی تُو نے مجھے، تو تُو ہی تھا ان کا نگہبان، اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے (سورہ مائدہ)

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِــــُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی

www.idaraghufran.org

يُؤْفَكُوْنَ. اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(سورۃ التوبۃ،رقم الآیات ۳۰ و ۳۱)

ترجمہ:اور کہا یہود نے کہ''عزیر''اللہ کا بیٹا ہے،اور کہا نصاریٰ نے کہ''مسیح''اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی بات ہے ان کے مونہوں سے،وہ مشابہت کرتے ہیں (ان لوگوں کی) بات کی جنہوں نے کفر کیا(ان) سے پہلے،قتل کرے ان کو،اللہ،کہاں بہکائے جارہے ہیں وہ۔بنا لیا انہوں نے اپنے علماء کو اور اپنے درویشوں کو اپنا رب،اللہ کے سوا،اور مسیح بن مریم کو بھی، اور نہیں حکم دیا گیا تھا اُن کو،مگر اس بات کا کہ عبادت کریں وہ ایک معبود کی،نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے،پاک ہے وہ ان چیزوں سے،جو شرک کرتے ہیں وہ(سورہ توبہ)

قاسم بن عوف شیبانی سے روایت ہے کہ:

ثنا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ أَتَى الشَّامَ فَرَأَى النَّصَارَى يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَقِسِّيسِيهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ، وَرَأَى الْيَهُودَ يَسْجُدُونَ لِأَحْبَارِهِمْ وَرُهْبَانِهِمْ وَرُبَّانِيهِمْ وَعُلَمَائِهِمْ وَفُقَهَائِهِمْ، فَقَالَ :لِأَيِّ شَيْءٍ تَفْعَلُونَ هَذَا؟ قَالُوا :هَذِهِ تَحِيَّةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ .قُلْتُ :فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَصْنَعَ بِنَبِيِّنَا، فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّهُمْ كَذَبُوا عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ كَمَا حَرَّفُوا كِتَابَهُمْ، لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظِيمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا(مستدرک حاکم)

ترجمہ:ہمیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ ملکِ شام میں آئے،جہاں انہوں نے نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کو سجدہ کرتے ہیں ،اور یہودیوں کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے علماء اور درویشوں،بزرگوں اور علماء اور فقہاء کو سجدہ کرتے ہیں،تو حضرت معاذ نے معلوم کیا کہ تم یہ کس وجہ سے کرتے ہو؟انہوں نے کہا کہ یہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا''تحیۃ''

(یعنی ان کے لیے سلام واستقبال) ہے، حضرت معاذ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ہم اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے نبی کے ساتھ یہ طرزِ عمل اختیار کریں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ انہوں نے اپنے نبیوں پر جھوٹ باندھا، جس طرح سے انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کردی، اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا عورت کے ذمہ حق بہت عظیم ہے (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی غیرُ اللہ کے لیے تعظیم وتحیہ کے طور پر بھی سجدہ کرنا جائز نہیں، جو لوگ آج کل مختلف مزاروں وغیرہ پر جا کر سجدہ کرتے ہیں، وہ بھی مذکورہ حدیث پر غور فرمالیں۔

جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے، تو وہ بھی اللہ کے مکمل فرمانبردار بندے ہیں، جو اُسی کی عبادت کرتے ہیں، اور وہ اللہ کی کسی کام میں نافرمانی نہیں کرتے، لہٰذا ان کو اللہ کا شریک بنانا بھی درست نہیں۔

سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

(سورة التحريم، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو، بچاؤ تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) اس آگ سے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس پر سخت اور مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں، نہیں نافرمانی کرتے وہ اللہ کی، اس چیز میں، جس کا حکم دیتا ہے وہ ان کو، اور کرتے ہیں وہ، ان کاموں کو، جن کا حکم دیا جاتا ہے اُن کو (سورہ تحریم)

اور سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ

(سورة فاطر، رقم الآية ١)

www.idaraghufran.org

ترجمہ:(ہر قسم کی) تعریف اللہ کے لیے ہے(جو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، قاصد بنانے والا ہے وہ فرشتوں کو(جو) دو دو اور تین تین اور چار چار پَروں والے ہیں، اضافہ کرتا ہے وہ، مخلوق میں جس چیز کا چاہتا ہے وہ، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے(سورہ فاطر)

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْــًٔا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَرْضٰى (سورة النجم،رقم الآية٢٦)

ترجمہ: اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ نہیں فائدہ دیتی، ان کی شفاعت کسی چیز کا، مگر اس کے بعد کہ اجازت دے دے اللہ، جس کے لیے چاہے وہ، اور راضی ہو وہ(سورہ نجم)

اس لیے نہ تو کسی نبی اور ولی کے ساتھ عبادت والا برتاؤ کرنا جائز ہے، اور نہ ہی کسی فرشتہ کے ساتھ، بلکہ کسی بھی غیرُ اللہ کے ساتھ عبادت والا سلوک اختیار کرنا، جائز نہیں۔

جلد 1
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... معینُ المفتی
(2)... رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)... غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)... اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)... تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)... مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)... اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.
(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)... بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)... منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)... جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)... محرم کے بغیر سفر کا حکم
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)... کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)... غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)... رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)... قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)... خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)... محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)... مقدس اوراق کا حکم
(3)... قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)... جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7
علمی و تحقیقی رسائل
متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)... تفرّد کی حقیقت
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 9
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... تمبا کو نوشی کے احکام
(2)... ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)... حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)... نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)... انگور، کھجور ودیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)... بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)... دَف کی تحقیق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 10
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)... نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)... حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)... تحقیق مسحِ رقبة
(5)... نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)... نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)... خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)... بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃ المسجد کا شرعی حکم
(9)... صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 15
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)... سابِ رسول کی سزا، وتوبہ
مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 16
علمی و تحقیقی رسائل
(1)... جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)... اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)... بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)... جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)... تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت
مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط2)

امام قرطبی کا حوالہ

امام ابوعبداللہ قرطبی (المتوفیٰ:671ھ) اپنی تالیف ’’التذکرۃ بأحوال الموتٰی وأمور الآخرۃ‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

الفصل الثانی:الإیمان بعذاب القبر وفتنته :واجب.والتصدیق به :لازم.حسب ما أخبر به الصادق.

وأن اللّٰه تعالی یحیی العبد المکلف فی قبرہ برد الحیاۃ إلیه ویجعله من العقل فی مثل الوصف الذی عاش علیه لیعقل ما یسأل عنه وما یجیب به ویفهم ما أتاہ من ربه وما أعد له فی قبرہ من کرامة أو هوان.

وبهذا نطقت الأخبار عن النبی المختار صلی اللّٰه علیه وسلم وعلی آله آناء اللیل وأطراف النهار، وهذا مذهب أهل السنة والذی علیه الجماعة من أهل الملة.

ولم تفهم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانهم ولغتهم من نبیهم علیه السلام غیر ما ذکرنا.وکذلک التابعون بعدهم إلی هلم جرا.............

وفی حدیث البراء :(فتعاد روحه فی جسدہ) وحسبک.

وقد قیل :إن السؤال والعذاب إنما یکون علی الروح دون الجسد.

وما ذکرناہ لک أو لا أصح .واللّٰه أعلم.

الفصل الثالث:أنکرت الملحدۃ من تمذهب من الإسلامیین بمذهب

الفلاسفة :عذاب القبر وأنه ليس له حقيقة، واحتجوا بأن قالوا :إنا نكشف القبر فلم نجد فيه ملائكة عميا صما يضربون الناس بفطاطيس من حديد ولا نجد فيه حيات ولا ثعابين ولا نيرانا ولا تنانين.وكذلک لو كشفنا عنه فی كل حالة لوجدناه فيه لم يذهب ولم يتغير، وكيف يصح إقعاده ونحن لو وضعنا الزئبق بين عينيه لوجدناه بحاله، فكيف يجلس ويضرب ولا يتفرق ذلک؟ وكيف يصح إقعاده وما ذكرتموه من الفسحة؟ ونحن نفتح القبر فنجد لحده ضيقا ونجد مساحته على حد ما حفرناها لم يتغير علينا، فكيف يسعه ويسع الملائكة السائلين له؟ وإنما ذلک كله إشارة إلى حالات ترد على الروح من العذاب الروحانی، وإنها لا حقائق لها على موضوع اللغة.

والجواب :أنا نؤمن بما ذكرناه .واللّٰه أن يفعل ما يشاء من عقاب ونعيم.ويصرف أبصارنا عن جميع ذلک بل يغيبه عنا.

فلا يبعد فی قدرة اللّٰه تعالى فعل ذلک كله بعد فی قدرة الله تعالى فعل ذلک كله إذا هو القادر على كل ممكن جائز فإنا لو شئنا لأزلناه الزئبق عن عينيه، ثم نضجعه ونرد الزئبق وكذلک يمكننا أن نعمق القبر ونوسعه حتى يقوم فيه قياما فضلا عن العقود.

وكذلک يمكننا أن نوسع القبر ذراع فضلا عن سبعين ذراعا، والرب سبحانه أبسط منا قدرة، وأقوى منا قوة، وأسرع فعلا، وأحصى منا حسابا (إنما أمره إذا أراد شيئا أن يقول له :كن فيكون) ولا رب لمن يدعی الإسلام إلا من هذه صفته، فإذا كشفنا نحن عن ذلک رد الله سبحانه الأمر على ما كان.

نعم لو كان الميت بيننا موضوعا فلا يمتنع أن يأتيه الملكان ويسألاه

مـن غيـر أن يشـعـر الـحـاضـرون بهـمـا، ويـجيبهـما من غير أن يسـمع الحاضرون جوابهما.

ومثال ذلک :نـائـمـان بيـنـنـا أحدهما ينعم والآخر يعذب، ولا يشعر بـذلک أحـد مـمـن حـولهـمـا من المنتبهين، ثم إذا استيقظا أخبر كل واحد منهما عما كان فيه.

وقـد قـال بـعـض علمائنا :إن دخـول الـمـلـک الـقبور جائز أن يكون تأويله :اطـلاعه عليها وعلى أهلها.وأهـلها مدركون له عن بعد من غير دخول ولا قرب.

ويـجـوز أن يـكـون الـمـلـک لـلـطـافة أجزائه يتولج فی خلال المقابر فيتوصل إليهم من غير نبش.

ويـجـوز أن يـنبشهـا ثم يعيدها الله إلى مثل حالها على وجه لا يدركها أهل الدنيا.

ويـجـوز أن يـكـون الـمـلـک يـدخـل من تـحت قبورهم من مداخل لا يهتدی الإنسان إليها.

وبالجملة :فـأحـوال الـمقابر وأهلها على خلاف عادات أهل لدنيا فی حيـاتهـم فـلـيـس تـقاس أحوال الآخرة على أحوال الدنيا .وهـذا مما لا خلاف فيه.

ولولا خبر الصادق بذلک لم نعرف شيئا مما هنالک.

فإن قالوا :كـل حـديـث يـخالف مقتضى المعقول يقطع بتخطئة ناقله، ونـحـن نـرى المصلوب على صلبه مدة طويلة وهو لا يسأل ولا يحيی وكذلک يشاهد الميت على سريره وهو لا يجيب سائلا ولا يتحرک ومـن افتـرسـه السبـا ع، ونهشـه الـطيـور، وتفرقت أجزاؤه فی أجواف

الطير، وبطون الحيتان وحواصل الطيور، وأقاصي التخوم، ومدارج الرياح، فكيف تجتمع أجزاؤه؟ أم كيف تتألف أعضاؤه؟ وكيف تتصور مساءلة الملكين لمن هذا وصفه؟ أم كيف يصير القبر على من هذا حاله روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار؟

والجواب عن هذا من وجوه أربعة:

أحدها :أن الذى جاء بهذا هم الذين جاء وا بالصلوات الخمس وليس لنا طريق إلا ما نقلوه لنا من ذلك.

الثانى :ما ذكره القاضى لسان الأمة وهو :أن المدفونين فى القبور يسألون .والذين بقوا على وجه الأرض فإن الله تعالى يحجب المكلفين عما يجرى عليهم كما حجبهم عن رؤية الملائكة مع رؤية الأنبياء عليهم السلام لهم.ومن أنكر ذلك فلينكر نزول جبرائيل عليه السلام على الأنبياء عليهم السلام.وقد قال الله تعالى :فى وصف الشياطين (إنه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم).

الثالث :قال بعض العلماء :لا يبعد أن ترد الحياة إلى المصلوب ونحن لا نشعر به كما أنا نحسب المغمى عليه ميتا .وكذلك صاحب السكتة وندفنه على حسبان الموت.

ومن تفرقت أجزاؤه فلا يبعد أن يخلق الله الحياة فى أجزائه.

قلت :ويعيده كما كان .كما فعل بالرجل الذى أمر إذا مات أن يحرق ثم يسحق ثم يذرى حتى تنسفه الرياح (الحديث) وفيه :(فأمر الله البر فجمع ما فيه .وأمر البحر فجمع ما فيه .ثم قال :ما حملك على ما فعلت؟ قال :خشيتك.أو قال مخافتك) خرجه البخارى ومسلم وفى التنزيل (فخذ أربعة من الطير) الآية.

الرابع :قال أبو المعالى :المرضى عندنا :أن السؤال يقع على أجزاء

www.idaraghufran.org

یعملها الله تعالی من القلب أو غیره فیحییها ویوجه السؤال علیها.وذلک غیر مستحیل عقلا.

قال بعض علمائنا :ولیس هذا بأبعد من الذر الذی أخرجه الله تعالی من صلب آدم علیه السلام وأشهدهم علی أنفسهم ألست بربکم قالوا :بلی(التذکرة بأحوال الموتی وأمور الآخرة،ص ۳۶۹،الیٰ ص۳۷۷،باب ذکر حدیث البراء المشهور الجامع لأحوال الموتی عند قبض أرواحهم وفی قبورهم)

ترجمہ: دوسری فصل : عذابِ قبر اور اس کے فتنہ (یعنی آزمائش وامتحان ہونے) پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی تصدیق کرنا لازم ہے، اسی کے مطابق، جس طرح سچے نبی نے خبر دی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ مکلّف بندے کو، اس کی قبر میں اس کی طرف حیات لوٹا کر زندہ کرتا ہے، اور اس کو اتنی عقل اور سمجھ بوجھ عطاء فرما دیتا ہے کہ اس نے کیسی زندگی گزاری، تاکہ وہ اس سوال کو سمجھ سکے، جو اس سے کیا جائے، اور اس سوال کو سمجھ کر اس کا جواب دے سکے، اور اس کے رب نے جو اس کو عطاء کیا، اور اس کی قبر میں جو اعزاز واکرام، یا اہانت وعذاب تیار کیا، اس کو سمجھ سکے۔

نبیِ مختار، جن پر اور ان کی آل پر رات کے اوقات اور دن کے اطراف میں درود وسلام ہو، سے مروی احادیث، اس کی گواہی دیتی ہیں، اور یہی اہلُ السنۃ کا مذہب ہے، اور اہلِ مذہب کی جماعت اسی پر قائم ہے۔

اور وہ صحابۂ کرام جن کی زبان اور لغت میں، ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، قرآن نازل کیا گیا، انہوں نے بھی وہی کچھ سمجھا، جو ہم نے ذکر کیا، اور اسی طریقے سے ان کے بعد تابعین نے بھی، اور بعد کے حضرات نے بھی۔..........[1]

[1] اور جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں میت کو عذاب، یا راحت حاصل ہونے سے متعلق احادیث بیان فرمائیں، اور صحابۂ کرام نے ان پر شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا، یا جو شبہات پیدا ہو سکتے تھے، ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی جواب دے دیا، تو ہر مومن کو اسی کے مطابق عقیدہ رکھنا چاہیے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اور حضرت براء کی حدیث میں ہے کہ ”اس مُردہ کی روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے“ آپ کے لیے یہی حدیث کافی ہے (جس میں روح کو جسم کی طرف لوٹانے کا صاف ذکر ہے، پھر اس میں حیل وحجت اور لیت ولعل کے کیا معنیٰ؟)

اور ایک قول یہ ہے کہ سوال اور عذاب صرف روح پر ہوتا ہے، جسم پر نہیں ہوتا۔

لیکن ہم نے آپ کے سامنے جو پہلا قول ذکر کیا (یعنی سوال وعذاب کا روح اور جسم پر ہونا) وہ زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ [1]

تیسری فصل: اسلامی مذہب کو اختیار کرنے والے، اُن ملاحدہ نے جو فلاسفہ کے مذہب پر چلتے ہیں، عذابِ قبر کا انکار کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں، اور انہوں نے اس بات سے دلیل پکڑی ہے کہ ہم قبر کو کھول کر دیکھتے ہیں، تو اس میں نہ تو گونگے، بہرے فرشتوں کو پاتے، جو لوگوں کو لوہے کے گُرزوں سے مارتے ہوں، اور نہ ہی ہم قبر میں سانپوں کو پاتے، اور نہ اژدہوں کو پاتے، اور نہ آگ اور شعلوں کو پاتے، اور نہ بچھو وغیرہ کو پاتے، اور اسی طریقے سے اگر ہم کسی بھی حالت میں قبر کو کھول کر دیکھیں، تو ہم اس میں سے میت کو غائب اور متغیر نہیں پاتے، اور میت کو بٹھانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اگر ہم ”پارہ“ (یعنی مخصوص مائع) کو اس کی آنکھوں کے درمیان رکھ دیں، تو ہم اس کو (بعد میں) اسی حالت پر پاتے ہیں، پس میت کو کیسے بٹھایا جاتا ہے، اور اسے کیسے

---

[1] جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک برزخ وقبر میں روح کا بدن سے بھی تعلق ہوتا ہے، اور انبیائے کرام کے ابدان سلامت رہتے ہیں، اس لیے ان کے ان ابدان کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے، جو اَبدان، ان کو دنیا میں حاصل ہوئے، اس لیے بعض حضرات اس برزخی حیات کو روح اور جسم کے ساتھ، کہہ دیتے ہیں، اور بعض حضرات اس حیات کو مذکورہ جہت سے دنیا کے مشابہ قرار دے دیتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ دراصل انبیائے کرام کی برزخی اعلیٰ درجہ کی حیات ہی کی مختلف جہات سے تعبیرات ہیں، اور ان میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں ”برزخی حیات“ کو اس ”دنیوی حیات“ پر قیاس کرنا، جس میں ابدان ”ظاہر“ اور ارواح ”مخفی“ ہوتی ہیں، یہ غلط فہمی کا باعث بنتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

البتہ اگر کسی کو ”عالمِ غیب“ کے اس مسئلہ کو ”عالمِ شہادت“ کی نظیر سے سمجھنے کی ضرورت ہو، تو اس کی سب سے عمدہ نظیر ”نیند اور خواب“ ہے، جس میں مادی وعنصری جسم کی ظاہری حِس وحرکت کے بغیر، تمام احوال پیش آتے ہیں، اس سے زیادہ کدوکاوِش اس مسئلہ کی افہام وتفہیم میں خلل کا باعث بن جاتی ہے، اس لیے بالخصوص عوام کو اس طرح کی بحثوں سے اجتناب کرنا، کرانا چاہیے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

مارا جاتا ہے، اور یہ چیز (یعنی جو اس کی آنکھوں کے درمیان رکھی گئی ہے) اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی؟ اور اس کو بٹھایا جانا، اور جو تم نے قبر کی کشادگی کا ذکر کیا، وہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ہم قبر کو کھول کر دیکھتے ہیں، تو اس کی قبر کو تنگ ہی پاتے ہیں، اور ہم اس کی پیمائش اسی کے مطابق پاتے ہیں، جتنا ہم نے گڑھا کھودا تھا، وہ پیمائش بدلتی نہیں ہے، لہٰذا اس کی قبر کو کیسے کشادہ کیا جاتا ہے؟ اور سوال کرنے والے فرشتے کیسے قبر میں سَما جاتے ہیں؟ لہٰذا یہ تمام باتیں، مخصوص حالات کی طرف اشارہ ہیں، جو میت کی روح پر روحانی عذاب کے طور پر پیش آتے ہیں، لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ان باتوں (یعنی بٹھانے، وسیع اور تنگ ہونے وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جو چاہے عذاب، یا نعمت، میت کو دیتا ہے، اور اللہ نے ان تمام چیزوں سے ہماری نظروں کو پھیر دیا ہے، بلکہ اُن کو ہم سے غائب کردیا ہے۔ [1]

پس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ تمام کام بعید نہیں، بلکہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، کیونکہ اللہ ہر ممکن، جائز چیز پر قادر ہے، پس اگر ہمارے لیے یہ بات ممکن ہے کہ اُس میت کی آنکھوں کے درمیان سے پارہ کو ہٹادیں، پھر ہم اس میت کو لٹادیں، اور ہم پارہ کو دوبارہ میت پر اسی جگہ رکھ دیں، اور اسی طریقے سے ہمارے لیے یہ بات

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جمہور نے برزخ وقبر کے راحت وعذاب کے قضیہ کو حقیقت پر محمول کیا ہے، اور فلاسفہ نے نصوص میں عالمِ برزخ وقبر سے متعلق مختلف واقعات وحالات کو مجاز پر محمول کیا ہے، یعنی ان کے نزدیک برزخ وقبر میں ''حقیقی حیات'' کا وجود نہیں۔

جمہور اہلُ السنۃ نے ان فلاسفہ کی تردید کرتے ہوئے ''برزخی حیات'' کو ''حقیقی حیات'' قرار دیا ہے، تاکہ مذکورہ فلاسفہ کی طرف سے ''مجازی حیات'' کی تردید ہوجائے۔

لیکن افسوس کہ بعد کے بعض ناسمجھ اور کم علم حضرات نے اس حقیقت کو سمجھے بغیر جمہور کے اس قول کی تغلیط اور تردید شروع کردی، اور جمہور کے قول کے ترجمان حضرات کو اس طرح کے الزامات سے متہم کرنا شروع کردیا کہ وہ ''برزخی حیات'' کے منکر ہیں۔

اور جب جمہور کی ترجمانی کرتے ہوئے بعض حضرات نے انبیاء کے ابدان واجسام کے متغیر نہ ہونے کی نصوص کے پیشِ نظر ان کی حیات کے روحانی وجسمانی ہونے سے تعبیر کیا، اور اجسام وابدان کے سلامت ہونے کی افہام وتفہیم کے لیے اس ''برزخی حیات'' کو ''دنیاوی حیات'' کے مشابہ کہا، تو اس پر بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات واردِ کیے جانے لگے، اور پھر ''حیات وممات'' وغیرہ کے عنوان سے کئی محاذ کھل گئے، اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان۔

ممکن ہے کہ ہم قبر کو گہرا کردیں، اوراس کو وسیع کردیں، یہاں تک کہ اس میں کھڑے ہونے کی گنجائش ہو، چہ جائیکہ اس میں بیٹھنے کی گنجائش ہو۔

اوراسی طریقے سے ہمارے لیے یہ بات ممکن ہے کہ ہم قبر کو ایک ہاتھ کے برابر کھلا کردیں، ستّر(70) ہاتھوں تک،تو رب سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے مقابلے میں زیادہ قدرت رکھتا ہے،اور ہمارے مقابلے میں زیادہ قوت رکھتا ہے،اور جلدی کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے،اور ہمارے مقابلے میں جلدی حساب کرنے کی طاقت رکھتا ہے،جس کی شان یہ ہے کہ''**إنما أمره إذا أراد شيئا أن يقول له كن فيكون**''(یعنی''وہ جس کام کاارادہ کرتا ہے،تواس کو ہونے کا فرماتا ہے،وہ کام فوراًاس کے حکم کے مطابق ہوجاتا ہے'')اور جو شخص بھی اسلام کا دعویدار ہے،وہ اسی صفت والے رب کو مانتا ہے، پس جب ہم قبر کو کھولتے ہیں،تو اللہ سبحانہٗ معاملہ کو اسی حالت پرلوٹا دیتا ہے،جس پر پہلے تھا(اوراس طرح وہ ہماری نظروں سے اس معاملے کو مخفی فرمادیتا ہے)

اوراگر مُردہ ہمارے سامنے رکھا ہوا ہو،تب بھی اس بات کے لیے کوئی مانع نہیں کہ اس کے پاس فرشتے آئیں،اوراس سے سوال اور جواب کریں،اور حاضرین کو فرشتوں کی حاضری کا شعور نہ ہو،اور وہ سوال اور جواب کو نہ سن سکیں۔

جس کی مثال ہمارے درمیان ان دوسونے والے افراد کی ہے،جن میں سے ایک نعمت وراحت میں ہوتا ہے،اور دوسرا تکلیف وعذاب میں ہوتا ہے،لیکن ان کے قرب وجوار میں بیدار لوگوں میں سے کسی کو شعور نہیں ہوتا، پھران میں سے ہر ایک شخص بیدار ہوکر اپنی حالت کی خبر دیتا ہے۔

اور ہمارے بعض علماء نے فرمایا کہ فرشتے کا قبر میں داخل ہونا،اس طور پر ممکن ہے کہ اس میں یہ تاویل کی جائے کہ فرشتہ،قبراور قبر میں موجود شخص کی حالت پر مطلع ہوجاتا ہو،اور قبر والے دور سے اس فرشتے کا ادراک کرلیتے ہوں،اس فرشتہ کو نہ تو قبر میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی ہو،اور نہ قریب آنے کی ضرورت ہوتی ہو(جیسا کہ آج کل

آڈیو، ویڈیو نظام کے ذریعے، دور والے سے بات چیت کرلی جاتی ہے، اور ایک دوسرے سے حسبِ منشاء رابطہ کرلیا جاتا ہے)

اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ فرشتہ اپنے اجزاء کی لطافت کی وجہ سے قبروں کے اندر داخل ہوجاتا ہو، اوران تک پہنچ جاتا ہو، قبر کو اکھاڑے بغیر (جیسا کہ آج کل فضائی طریقہ پر، سافٹ وئیر اور موبائل وغیرہ کے ذریعے سے رابطہ ہوجاتا ہے)

اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ وہ قبر کو اکھاڑ دیتا ہو، پھر اللہ اسی طرح کی حالت پر لوٹا دیتا ہو، اور یہ سب کچھ ایسے طریقے پر ہوتا ہو، جس کو دنیا والے دیکھ نہیں پاتے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتہ قبروں کے نیچے، ایسی جگہوں سے داخل ہوتا ہو کہ انسان کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔ [1]

بہرحال (جو بھی تاویل وتوجیہ کی جائے، واقعہ یہ ہے کہ) قبروں اور قبر والوں کے احوال، دنیا والوں کی زندگی کی عادات کے خلاف ہیں، لہٰذا آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، جس کے بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔

اور اگر مخبرِ صادق (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اس کی خبر نہ دی جاتی، تو ہم دنیا میں رہتے ہوئے، ان میں سے کسی بات کو پہچان نہیں سکتے تھے۔

---

[1] امام قرطبی نے افہام وتفہیم کی غرض سے تمام ممکنہ احتمالات بیان کردیئے، جو اپنی اپنی فہم کے اعتبار سے لوگوں کے لیے کافی وافی ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کی جن نصوص سے برزخ کا عذاب، یا ثواب ثابت ہے، یہ نصوص سب سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آئیں، ان کو ان نصوص پر ایمان لانے، اور یقین کرنے کے لیے اس طرح کی توجیہات وتاویلات کی ضرورت پیش نہ آئیں۔

پھر سلفِ صالحین تک یہی پاکیزہ، مبارک اور صاف ستھرا طریقہ چلتا رہا، یہاں تک کہ بعض فلاسفہ نے آکر اور عالمِ برزخ وغیبی امور کے متعلق اس دنیا کے مادی اسباب اور نظائر کو درمیان میں گھسیڑ کر طرح طرح کے شکوک وشبہات اور وساوس وخیالات کی، اسلام کی تعلیمات میں آمیزش کردی، جس سے بعد کے بعض حضرات کے حصہ میں یہ بحث آئی، اور پھر ایک طویل سلسلہ چل پڑا، جس کی بنیادی طور پر اللہ کی قدرتِ کاملہ اور اس کے مستحکم نظام کو سمجھنے کے لیے ہرگز ضرورت نہ تھی، اور اب سائنسی ایجادات وتحقیقات سے خود ہی یہ مسئلہ اتنا صاف اور منقح ہوگیا کہ اس طرح کی بحثیں لایعنی بن کر رہ گئیں، چنانچہ ''ہارڈ وئیر'' اور ''ہارڈ ڈسک'' اور ''سافٹ وئیر'' وغیرہ کے پروگراموں سے روح اور بدن کے تعلق کو سمجھنا مشکل نہ رہا۔

لیکن افسوس کہ بہت سے مسلمان، نہ دین کے رہے، اور نہ دنیا کے، اور ''خسر الدنیا و الآخرة'' کا مصداق ٹھہرائے ''العیاذ باللّٰہ''

محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اگر کہنے والے یہ اعتراض کریں کہ جو حدیث بھی عقل کے تقاضے کے خلاف ہوگی، تو یقینی طور پر اس کے نقل کرنے والے کو خطاء وار قرار دیا جائے گا، جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو سولی دیا جاتا ہے، وہ طویل مدت تک سولی پر ہی ہوتا ہے، اس سے نہ تو سوال کیا جاتا، اور نہ اس کو زندہ کیا جاتا، اور اسی طریقے سے مُردہ اپنے جنازہ کی چارپائی، تخت وغیرہ پر ہوتا ہے، اور وہ کسی سوال کرنے والے کا جواب نہیں دیتا، اور نہ ہی حرکت کرتا، اور جس شخص کو درندے پھاڑ کھا جائیں، اور اس کو پرندے نوچ لیں، اور اس کے ٹکڑے، پرندوں اور مچھلیوں کے پیٹ، اور پرندوں کے پوٹوں میں، یا زمین کے دور دراز علاقوں میں چلے جائیں، یا ہواؤں کی نذر ہوجائیں، تو ان ٹکڑوں کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ یا اس کے اعضاء کو کیسے جوڑا جائے گا، اور ایسے افراد سے فرشتوں کا سوال کرنا، کیسے متصور ہوگا؟ یا جس کی مذکورہ حالت ہو، اس کی قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا کیسے ہوگی؟

تو اس اعتراض کے چار جواب ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ جس شخص کی طرف سے یہ اعتراض آیا ہے، وہ ایسے لوگ ہیں، جو پانچ وقت کی نمازوں کو مانتے ہیں، اور جس طریقے سے ہماری طرف (قرآن وسنت کے ذریعہ) نماز کا حکم نقل ہوکر آیا ہے، اسی طرح سے قبر کا یہ معاملہ بھی نقل ہوکر آیا ہے (پھر کیا وجہ ہے کہ نبی کی طرف سے نقل شدہ ایک بات کو مانا جائے، اور دوسری بات کو نہ مانا جائے)[1]

دوسرا جواب یہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے (یعنی اللہ اور اس کے رسول) نے جو بات ذکر کی، وہ امت کی زبان ہے، اور امت کی زبان پر یہ بات عام ہے کہ قبر میں دفن شدہ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن وسنت کے ذریعے سے نماز اور دیگر احکام ہم تک پہنچے ہیں، اسی ذریعے سے عذابِ قبر کا حکم بھی پہنچا ہے، پھر بعض چیزوں کو ماننا اور بعض چیزوں کا انکار کرنا، کیا معنیٰ رکھتا ہے؟
اور اگر کسی کو عذابِ قبر، عقل کے خلاف محسوس ہوتا ہو، تو کسی دوسرے کو نماز، یا کوئی دوسرا حکم بھی عقل کے خلاف معلوم ہوسکتا ہے، تو جو جواب دوسرے احکام کے بارے میں ہوگا، وہی جواب عذابِ قبر کے بارے میں بھی ہوگا؟ محمد رضوان۔

لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے(اور امت کا اس بات پر اجماع، اس کے بدیہیات میں سے ہونے کی دلیل ہے)

اور جو لوگ زمین پر موجود ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُن پر جاری ہونے والے مختلف حالات کا بھی مکلّف لوگوں سے پردہ فرما دیتا ہے، جیسا کہ فرشتوں کو دیکھنے سے پردہ فرما دیتا ہے، باوجودیکہ انبیاء علیہم السلام ان کو دیکھتے ہیں۔

اور جو قبر کے عذاب کا انکار کرتا ہے، تو اسے چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام پر، جبریل علیہ السلام کے نازل ہونے کا بھی انکار کرے(کیونکہ جبریلِ امین بھی عام طور پر دوسرے انسانوں کو نظر نہ آتے تھے، لیکن صحابۂ کرام نے اس کا انکار ہرگز نہ کیا، اور آج بھی وہ نصوص موجود ہیں، جن میں ''نزل به الروح الامین'' وغیرہ کا ذکر ہے) اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ''وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسے طریقے سے دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھ پاتے''(یعنی انسانوں کو شیطان اور اس کا قبیلہ بھی عادتاً دکھائی نہیں دیتا، پھر قبر کا عذاب وروا حت دکھائی نہ دینے میں کون سی شبہ والی بات ہے)

تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ بعید نہیں کہ سولی شدہ شخص کی طرف بھی حیات کو لوٹایا جاتا ہو، اور ہم اس کا شعور نہ رکھتے ہوں، جیسا کہ بے ہوش شخص کو ہم مُردہ خیال کرتے ہیں، اور اسی طرح سے جس انسان پر سکتہ طاری ہو جائے، اس کو بھی ہم مُردہ خیال کرتے ہیں، اور موت کا گمان کرتے ہوئے اس کو دفن بھی کر دیتے ہیں(ایسے بہت سے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں، نیز نیند اور خواب والے شخص کا بھی اسی نوعیت کا معاملہ ہوتا ہے)[1]

اور جس میت کے ٹکڑے الگ الگ ہو جائیں، تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن ٹکروں میں حیات کو پیدا فرما دے(اور وہ حیات بندوں کی نظر سے مخفی ہو، جیسا کہ آج کے دور میں جدید سائنس کی رُو سے بہت سے چھوٹے چھوٹے ذرات میں حیات، اور جرثومے اور

[1] پس اسی طرح سے اللہ تعالیٰ زندہ انسانوں سے مُردہ انسانوں کے حالات کا پردہ فرما دیتا ہے، اوپر سے وہ ساکت وصامت اور بے جان دکھائی دیتے ہیں، اور اندر ان کے ساتھ اچھا، یا برا سلوک ہو رہا ہوتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

وائرس اور وٹامن وغیرہ دریافت ہو چکے ہیں، خود انسان کے نطفہ میں بھی X/Y کی شکل میں نر و مادہ جنین دریافت ہو چکے ہیں)

میں کہتا ہوں کہ اللہ اس کو اسی حالت پر لوٹا دیتا ہے، جس حالت پر وہ پہلے تھا، جیسا کہ اس شخص کے ساتھ کیا گیا، جس نے یہ کہا تھا کہ جب وہ مر جائے، تو اسے جلا دیا جائے، پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے منتشر کر دیا جائے، یہاں تک کہ ان ٹکڑوں کو ہوا اڑا کر لے جائے، جس کا حدیث میں ذکر آیا ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اللہ نے خشکی کو حکم دیا، اس نے اپنے اندر موجود، اس میت کے تمام اجزاء کو جمع کر دیا، اور سمندر کو بھی حکم دیا، اس نے بھی اپنے اندر موجود، اس میت کے تمام اجزاء کو جمع کر دیا، پھر اللہ نے فرمایا کہ تجھے اس طرزِ عمل پر کس چیز نے ابھارا تھا، تو اس نے جواب میں کہا کہ آپ کے خوف نے، یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے (پس جس طرح اللہ نے اس میت کے بر و بحر میں مختلف مقامات پر منتشر شدہ اجزاء کو جمع فرمادیا، اسی طرح تمام مُردوں کے اجزاء کو جمع فرمانے میں اس کے لیے کون سی مشکل ہے، لیکن یہ سب ماجرا برزخ میں ہوتا ہے، جس کا اللہ نے انسانوں سے عادتاً حجاب اور پردہ فرمادیا ہے)

اور قرآن مجید میں (حضرات ابراہیم کو حکم) ہے کہ "تم چار پرندوں کو پکڑلو" آخر واقعہ تک (ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی، پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد، اللہ کے حکم سے جمع ہو کر روح ڈالنے کا ذکر ہے)

چوتھا جواب وہ ہے، جو ابوالمعالی نے دیا ہے کہ ہمارے نزدیک پسندیدہ جواب یہ ہے کہ میت سے سوال اس کے چند اجزاء پر واقع ہوتا ہے، جن کے ساتھ اللہ چاہے، خواہ وہ دل ہو، یا دوسرا حصہ ہو (مثلاً ریڑھ کی ہڈی کی دُم) جس کو اللہ زندہ فرما دیتا ہے، اور اسی سے سوال ہوتا ہے، اور یہ بات عقلی طور پر ناممکن نہیں (جیسا کہ آج کل کمپیوٹر سافٹ وئیر بھی چھوٹی سی ہارڈ ڈسک کے ساتھ کنیکٹ ہوتا ہے)

ہمارے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ بات اس ذریت سے زیادہ مشکل نہیں، جس کو اللہ

تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا، اور ان کو اپنے آپ پر گواہ بنا کر یہ فرمایا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سب نے جواب میں کہا تھا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں (جب اللہ، ہر انسان سے ان کے مخصوص اجزاء کو پیدا فرما کر عہد و پیمان لے چکا ہے، تو اس سے زیادہ آسان کام، انسان کے فوت ہونے کے بعد، اس کے ساتھ حسبِ عمل اچھا، یا برا برتاؤ کرنے کا ہے) (التذکرۃ)

جلد 17

علمی وتحقیقی رسائل

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اور تنہاء پڑھنے کا حکم

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

غیراختیاری عمل پر اللہ کی طرف سے مؤاخذہ نہیں

(28-ربیع الاول-1443ھ)

آج کل سوشل میڈیا پر بیٹھ کر بہت سے لوگ، جومنہ میں آتا ہے، کہہ دیتے ہیں، اس بات کی گہرائی میں بھی جانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ بعض لوگوں کا تو علم ہی ناقص وکمزور ہوتا ہے، لیکن چونکہ بہت سے عوام کالانعام، ان کو پیشوا اور رہبر سمجھنے لگتے ہیں، اس لیے ان کی مثال''اندھوں میں کانا راجا''والی بن جاتی ہے۔

چنانچہ آج کل اسی قسم کے بعض لوگوں نے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک عقیدت مند کا ایک واقعہ مشہور کررکھا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدت مند سے اپنے نام کا کلمہ پڑھوایا تھا۔

ایسے لوگوں کو بڑے بڑے علماء کی شان میں اس طرح کی الزام وبہتان تراشی کرتے ہوئے، ذرا بھی آخرت کا خوف لاحق نہیں ہوتا۔

کسی عام انسان اور مسلمان کی طرف بھی اس طرح کی کفریہ بات کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے، چہ جائیکہ کسی عالمِ دین اور اللہ والے کی طرف ایسی کفریہ بات منسوب کی جائے، جس کی زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرنے کرانے کی کوششوں میں گزری ہو، اس کی طرف ایسی کفریہ باتوں کی نسبت کیسے درست ہوسکی ہے؟

اس واقعہ کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک عقیدت مند نے مولانا اشرف علی تھانوی کو اپنی حالت سے آگاہ کرنے کے لئے لکھا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ''**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ**''پڑھنا چاہتا ہے، لیکن زبان سے غیراختیاری طور پر''**محمد رسول اللّٰہ**''کی جگہ اشرف علی کا نام نکل جاتا ہے، اور خواب ہی میں احساس ہوتا ہے کہ مجھ سے

کلمہ پڑھنے میں غلطی ہوئی، دل میں "لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھنے کا ہی ارادہ ہوتا ہے، اور وہ اس دل کے ارادہ کے ساتھ خواب ہی میں کلمہ کو صحیح پڑھنا چاہتا ہے، لیکن زبان سے بے ساختہ اور غیر ارادی طور پر پھر اشرف علی نکل جاتا ہے، اور اس شخص نے یہ بھی لکھا کہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح کلمہ درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے، پھر وہ گھبرا کر بیدار ہوجاتا ہے، لیکن بدن میں بدستور نیند والی بے حسی اور ناطاقتی کا اثر برقرار ہے، پھر وہ شخص اس احساس کو دل سے نکالنے، اور غلطی سے بچنے کی غرض سے بیٹھ جاتا ہے، اور پھر دُوسری کروٹ لے کر کلمہ کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہے، آنکھیں کھلی ہیں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار، مجبور اور زبان پر اپنا قابو نہیں، پھر یہ الفاظ زبان سے بے اختیار نکلتے ہیں کہ "اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی" پھر یہ شخص اگلے دن بیداری میں اپنی اس غلطی پر خوب روتا ہے، رقت طاری ہوتی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے جواب میں اس عقیدت مند کو تسلی دی، اور خواب کی تعبیر میں لکھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جس بزرگ سے تعلق رکھتے ہو، وہ سنت کی اتباع کرنے والا ہے۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہوگیا، اب نبی کے وارث آتے رہیں گے، اور متبعِ سنت شخص نبی کا وارث ہوتا ہے، لہٰذا تم کو گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

اب وہ عقیدت مند بھی اپنا عقیدہ صحیح بتلا رہا ہے، اور جواب میں بھی اس کو یہ نہیں کہا جارہا کہ کلمہ، یا درود شریف اسی طرح ہے جس طرح تم نے پڑھا تھا، بلکہ اس کی صحیح تعبیر بتلائی گئی ہے۔

اور خواب کی تعبیر جاگتی ہوئی حالت سے بالکل مختلف ہوسکتی ہے۔

رہا معاملہ اس شخص کی بیداری کا، تو وہ حالت بھی دراصل نیند ہی تھی، جس میں گھبراہٹ سے آنکھ کھل گئی تھی، لیکن درحقیقت وہ نیند ہی تھی، جس میں اسے اپنے اوپر اختیار نہیں تھا۔

نیند میں انسان کا اعصابی نظام جامد ہوجاتا ہے، اور حواس وحرکت اور بعض دماغی افعال ساکن ہوجاتے ہیں، اور جب نیند فطری اور معتدل حالت سے گہری ہوجائے، تو اس کو "کوما" (COMA) کہا جاتا ہے، اور عربی زبان میں اس کو "غیبوبت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یونانی

زبان میں اس کو ''گہری نیند'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگ نیند ہی میں چلنے پھرنے بھی لگتے ہیں، اور گھبرا کر آنکھ کھلنے پر اختیار نہیں ہوتا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کے شاگرد، علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں:

أنک ترى النائم يقوم في نومه ويضرب ويبطش ويدافع كأنه يقظان وهو نائم لا شعور له بشيء من ذلک وذلک أن الحكم لما جرى على الروح استعانت بالبدن من خارجه ولو دخلت فيه لاستيقظ وأحس (الروح فى الكلام على أرواح الأموات والأحياء بالدلائل من الكتاب والسنة، ص ٦٤، المسألة السادسة وهى أن الروح هل تعاد إلى الميت فى قبره وقت السؤال أم لا، فصل الأمر الثانى أن يفهم عن الرسول مراد من غير غلو ولا تقصير)

ترجمہ: آپ دیکھتے ہیں کہ سونے والا، اپنی نیند کی حالت میں کھڑا ہو جاتا ہے، اور پکڑ دھکڑ کرتا ہے، اور دفاع کی کوشش کرتا ہے، گویا کہ وہ جاگا ہوا ہو، حالانکہ وہ سویا ہوا ہوتا ہے، جس کو کسی چیز کا شعور نہیں ہوتا، جس کی وجہ یہی ہے کہ جب حکم روح پر جاری ہوتا ہے، تو روح، دراصل بدن کے ذریعہ خارج سے مدد حاصل کرتی ہے، اور اگر روح، بدن میں داخل ہو جائے، تو وہ بیدار ہو جاتا ہے، اور محسوس کرتا ہے (الروح)

اور اگر کفریہ بات زبان سے جاگتے ہوئے بھی غیر ارادی طور پر نکل جائے، اس سے بھی کفر لازم نہیں آیا کرتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ، مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتَى شَجَرَةً، فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذَلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ، فَأَخَذَ

بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ :اللهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۷۴۷ "۷")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اللہ سے توبہ کرتا ہے، تو اللہ کو تمہارے اس آدمی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جو بیابان زمین میں اپنی سواری پر ہو، اور وہ سواری اس سے گم ہو جائے، اور اس کا کھانا پینا بھی اسی سواری پر ہو، پھر وہ اس سواری سے ناامید ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آ کر لیٹ جائے، اور وہ اسی حالت پر ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس آ موجود ہو، پھر وہ شخص اس سواری کی لگام پکڑ لے، اور پھر خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہے کہ اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، یعنی وہ خوشی کی شدت کی وجہ سے الفاظ اداء کرنے میں خطاء کر جائے (مسلم)

اپنے آپ کو رب اور اللہ کو اپنا بندہ کہنا، کفر ہے، لیکن چونکہ یہ الفاظ غیر ارادی طور پر زبان سے نکلے، اس لیے اس کو کفر قرار نہ دیا گیا، جس طرح نیند کی حالت میں اگر کفریہ الفاظ سرزد ہو جائیں، تو اس سے مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ [1]

قاضی عیاض مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے صحیح مسلم کی شرح "إکمالُ المعلم" میں فرماتے ہیں:

فيه أن ما قاله الإنسان من مثل هذا -من دهش ، وذهول -غير مؤاخذ به إن شاء الله ، وكذلك حكايته عنه على طريق علمي وفائدة شرعية ، لا على الهزو والمحاكاة والعبث لحكاية النبي (صلى الله عليه وسلم) إياه ، ولو كان منكرا لما حكاه (إكمال المعلم شرح صحيح مسلم ، للقاضي عياض، ج۸،ص ۱۲۰ ،كتاب التوبة، باب في الحض على التوبة)

ترجمہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان دہشت و گھبراہٹ اور ذہول کی

[1] فالنوم ينافي أصل العمل بالعقل لأن النوم مانع عن استعمال نور العقل فكانت أهلية القصد معدومة بيقين فافهم(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج ۱ ،ص ۳۴،كتاب الإيمان)

www.idaraghufran.org

وجہ سے، ان جیسے الفاظ کہہ دے، تو اس کا ان شاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا، اور اسی طریقہ سے اس طرح کی بات کو علمی غرض اور کسی شرعی فائدہ کی وجہ سے نقل کرنے پر بھی مؤاخذہ نہیں ہوگا، جب کہ اس کو مذاق اور صرف قصے کے طریقہ پر، اور فضول و بے کار میں نقل نہ کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے، اور اگر اس واقعہ کو نقل کرنے میں برائی ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نقل نہ فرماتے (اکمال المعلم)

اور علامہ ابنِ حجر صحیح بخاری کی شرح ''فتحُ الباری'' میں فرماتے ہیں:

قال عياض فيه أن ما قاله الإنسان من مثل هذا في حال دهشته وذهوله لا يؤاخذ به وكذا حكايته عنه على طريق علمي وفائدة شرعية لا على الهزل والمحاكاة والعبث ويدل على ذلك حكاية النبي صلى الله عليه وسلم ذلك ولو كان منكرا ما حكاه (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۱، ص ۱۰۸، باب التوبة)

ترجمہ: قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان دہشت وگھبراہٹ اور ذہول کی وجہ سے، ان جیسے الفاظ کہہ دے، تو اس کا ان شاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا، اور اسی طریقہ سے اس طرح کی بات کو علمی غرض اور کسی شرعی فائدہ کی وجہ سے نقل کرنے پر بھی مؤاخذہ نہیں ہوگا، جب کہ اس کو مزاق اور صرف قصے کے طریقہ پر، اور فضول و بے کار میں نقل نہ کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے، اور اگر اس قصہ کو نقل کرنے میں برائی ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نقل نہ فرماتے (فتح الباری)

اور ملا علی قاری مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں:

ثم قال من شدة الفرح :اللهم أنت عبدي وأنا ربك، أخطأ) : أي: بسبق اللسان عن نهج الصواب وهو :أنا عبدك وأنت ربي (من شدة

www.idaraghufran.org

الفرح) كرره لبيان عذره وسبب صدوره، فإن شدة الفرح والحزن ربما يقتل صاحبه ويدهش عقله، حتى منع صاحبه من إدراك البديهيات (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۴،ص۱۶۱۷،باب الاستغفار والتوبة)

ترجمہ: پھر وہ خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہے کہ اے اللہ! تو میرا بندہ ہے، اور میں تیرا رب ہوں، وہ خطاء کے طور پر یہ الفاظ کہہ دے، یعنی اس کی زبان درست الفاظ کہنے سے پھر جائے، یعنی یہ کہنا چاہیے تھا کہ ''میں تیرا بندہ ہوں، اور تو میرا رب ہے'' اور وہ یہ الفاظ خوشی کی شدت کی وجہ سے کہے، اس سے اس کے عذر کو، اور اُس سے غلط الفاظ صادر ہونے کے سبب کو بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ خوشی اور غم کی شدت سے بعض اوقات انسان ہلاک ہوجاتا ہے، یا اس کی عقل مدہوش ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ بدیہی چیزوں کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوجاتا ہے (مرقاۃ)

اورعلامہ مبارک پوری مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفي الحديث من قواعد العلم إن اللفظ الذى يجرى على لسان العبد خطأ من فرح شديد أو غيظ شديد، ونحوه لا يؤاخذ به ولهذا لم يكن هذا كافرا بقوله أنت عبدى وأنا ربك (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸،ص۶،باب الاستغفار والتوبة)

ترجمہ: اوراس حدیث سے علمی یہ قاعدہ معلوم ہوا کہ بندہ کی زبان سے جولفظ خوشی کی شدت، یا شدید غصہ وغم وغیرہ کی وجہ سے غلط نکل جائیں، تو اس پر اس کا مؤاخذہ نہیں کیا جاتا، اور اسی وجہ سے وہ شخص کافر نہیں ہوا، جس نے یہ کہا کہ ''تو میرا بندہ ہے، اور میں تیرا رب ہوں'' (مرعاۃ)

افسوس کہ جن لوگوں کو نہ تو نیند اور خواب کی حقیقت اور اختیاری وغیر اختیاری حالت سے آگاہی ہوتی، اور نہ ہی بزرگوں کے علم اور عمل اور خدمات کی قدر ہوتی، اور وہ دین میں جمعہ جمعہ آٹھ دن

کے نو وارد ہوتے ہیں، وہ عوام میں بدظنی و بے چینی پیدا کرنے، دوسروں کو بدنام کرنے اور نیچا دکھانے،اوراپنے آپ کو پاک وصاف ثابت کرنے کے لیےاس طرح کی باتیں کرتے ہیں،اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کی طرف کفریہ باتوں کی نسبت کررہے ہیں،اس کا وبال کتنا سخت ہے۔

ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا چاہیے۔

اللہ حفاظت فرمائے۔آمین۔

www.idaraghufran.org

مقالات و مضامین

مولانا شعیب احمد

ایک آسان عبادت

اپنے پچھلے مضمون میں میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اللہ کا ذکر کرنا ایک اہم عبادت ہے۔ اتنی اہم کہ قرآن وسنت میں متعدد مقامات پر اس عبادت کو کثرت کے ساتھ سرانجام دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ کثرت کے ساتھ اس کی ادائیگی کا حکم دینے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی آسان عبادت ہے ۔ یہ ایک ایسی نیکی ہے کہ جس میں نہ تو بہت زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس عبادت کی وجہ سے انسان کے دوسرے کاموں اور دیگر معمولات میں بھی کوئی رکاوٹ اور خلل پیدا نہیں ہوتا۔

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عبادت کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص قسم کی قیود اور پابندیاں نہیں لگائیں ۔مثلاً وضو کرنا، پاکی حاصل کرنا، کسی خاص ہیئت میں بیٹھنا یا قبلہ کی طرف رُخ کرنا وغیرہ وغیرہ، اس طرح کی کوئی بھی شرط اس عبادت کے لیے نہیں لگائی گئی۔

جبکہ باقی عبادات میں انسان کو بہت سی شرائط اور پابندیوں کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے ۔ مثلاً نماز کی عبادت کو آپ دیکھیے !اس کی ادائیگی میں مشقت اور مجاہدہ پایا جاتا ہے۔ سب سے پہلے وقت نکالنا پڑتا ہے، اپنے آپ کو باقی تمام کاموں سے فارغ کرنا پڑتا ہے، پھر وضو کر کے پاکی حاصل کی جاتی ہے، اس کے بعد بھی مختلف آداب اور شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس عبادت کو ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح باقی عبادات میں بھی مختلف قسم کی شرائط اور پابندیاں ہوا کرتی ہیں۔

لیکن ذکر کا معاملہ باقی عبادات سے قدرے مختلف اور جدا ہے۔ ذکر کی عبادت کسی بھی وقت اور کسی بھی حال میں بڑی آسانی سے سرانجام دی جا سکتی ہے۔ باوضو، بے وضو، کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے یا راہ چلتے ہوئے ہر حال میں اس عبادت کو انسان سرانجام دے سکتا ہے۔ پھر اسی طرح اس عبادت کو ادا کرنے کے لیے جگہ کی بھی کوئی قید نہیں بلکہ کسی بھی جگہ ادا کی جا سکتی ہے۔ مسجد، گھر، آفس، بازار یا ہسپتال میں کسی بھی جگہ اللہ کا ذکر کرنے میں کوئی رکاوٹ اور مشکل پیش نہیں آتی۔

خلاصہ یہ کہ ذکر ایک ایسی عبادت ہے کہ جس کی ادائیگی میں کوئی خاص محنت اور مجاہدہ نہیں کرنا پڑتا اور نہ ہی کوئی مخصوص اہتمام کرنا پڑتا ہے۔حتیٰ کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات آدمی کے دوسرے کام بھی متأثر نہیں ہوتے۔ روزمرہ کی زندگی میں ہم اپنے بہت سے کاموں کے دوران بھی اللہ کا ذکر بآسانی کرسکتے ہیں۔مثلاً آپ گھر سے باہر کہیں جانے کے لیے نکلے۔فرض کیا صبح صبح اپنی ملازمت یا تجارت پر جانا ہے۔آپ پیدل یا سواری پر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے۔ پندرہ، بیس منٹ یا پچیس منٹ کی مسافت ہے۔سفر کے اُن لمحات میں آپ ڈرائیونگ یا ٹریولنگ کے سوا کوئی اور کام نہیں کرسکتے۔لیکن ذکر کی عبادت اس وقت بھی ادا کی جاسکتی ہے ۔

اسی طرح نیند سے پہلے کا وقت عموماً ہمارا ضائع ہو جاتا ہے۔یعنی سونے کے لیے بستر پر گئے، اب جب تک نیند نہیں آتی تو یا بے کار ادھر ادھر کروٹیں لیتے رہیں گے یا موبائل فون کی سکرین پر مشغول رہیں گے۔کیا اس سے بہتر نہیں کہ نیند کی وادیوں میں کھونے سے پہلے ہم اللہ کا ذکر کریں کہ جس سے قلب کو راحت اور سکون ملتا ہے۔

پھر روزمرہ کی زندگی میں ہمارا بہت سا وقت انتظار کی نذر ہو جاتا ہے۔مثلاً ڈاکٹر کے پاس جانا ہوا، تو جب تک ہماری باری نہیں آتی اس وقت تک کلینک یا ہسپتال میں پابندرہ کر انتظار کرنے کی وجہ سے ہم اپنے دیگر کام نہیں نمٹا سکتے۔ہاں مگر اللہ کا ذکر بآسانی کرسکتے ہیں۔

اسی انتظار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گئے اور دیکھا کہ جماعت میں ابھی کچھ منٹ باقی ہیں۔اس دوران اگر کوئی نوافل نہیں پڑھتا تو ذکر کرنے میں تو کوئی مشقت اور زور نہیں لگتا، لہٰذا اس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔

نیز بیرونِ شہر جانے کے لیے پلیٹ فارم پر ٹرین کے انتظار میں یا ائیر پورٹ پر فلائٹ کے انتظار میں بھی اللہ کا ذکر بآسانی کیا جاسکتا ہے۔بعض لوگوں کی بڑی اچھی عادت ہوتی ہے کہ وہ صبح صبح چہل قدمی اور واک کے لیے جاتے ہیں۔اُس دوران واک کرتے ہوئے بھی بآسانی اللہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

الغرض ہماری روزمرہ کی زندگی میں یہ چند مواقع ایسے ہیں کہ جن میں ذکر کی عبادت کرنے سے

ہمارا کوئی دوسرا کام اور معمول بھی متاثر نہیں ہوتا اور ذکر کی عبادت بھی بآسانی ادا کی سکتی ہے۔اور یہ چند مواقع تو میں نے صرف مثال کے طور پر عرض کیے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی روزمرہ کی زندگی میں اگر غور کرے تو بہت سے کام ایسے نظر آئیں گے کہ جن کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر کرنے سے انسان کا کوئی حرج نہیں ہوتا اور ان مواقع میں بڑی آسانی کے ساتھ ذکر کرنا ممکن ہے۔

لہٰذا اپنی مختصر زندگی کے ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے ان میں ذکر جیسی اہم عبادت کی ادائیگی کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس کے انوار و برکات سے ہم مستفید ہوسکیں اور اس کے انعامات کے مستحق بن سکیں۔

تاہم آخر میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ذکرِ الٰہی کی عبادت سرانجام دینے کے لیے اصل طریقہ تو یہی ہونا چاہیے کہ انسان اس کے لیے الگ سے وقت نکالے اور روزانہ کی بنیاد پر اپنا کچھ وقت ذکرِ خدا اور یادِ الٰہی کے لیے مخصوص کرے۔لیکن جب تک کسی مصروفیت کی وجہ سے ایسا کرنا دُشوار ہو تب تک اس عبادت کو بالکل چھوڑے رکھنے کی بجائے معمول کے باقی کاموں کے ساتھ ساتھ بھی اس عبادت کو سرانجام دینا ممکن ہے۔جس سے نفع نہ اٹھانا بڑی محرومی کی بات ہوگی ۔

www.idaraghufran.org

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ رمضان ۹۵۲ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن علی بن قلوجی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص۴۲۲)

□......ماہِ رمضان ۹۵۳ھ: میں حضرت عبدالوہاب بن ابوبکر لیمونی غزی حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص۴۲۵)

□......ماہِ رمضان ۹۵۴ھ: میں حضرت شیخ امام محمد بن علی بن عطیہ بن علوان حموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲ ص۵۱)

□......ماہِ رمضان ۹۶۷ھ: میں حضرت تاج الدین عبدالوہاب حلبی بن ابراہیم بن محمود بن علی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص۱۵۷)

□......ماہِ رمضان ۹۷۰ھ: میں حضرت شیخ محمد بن خطیر الدین بن عبداللطیف بن معین الدین عطار شطاری کوالیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص۴۰۸)

□......ماہِ رمضان ۹۷۱ھ: میں حضرت سید شریف نور الدین محمود بن عبدالوہاب صلتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص۱۸۳)

□......ماہِ رمضان ۹۷۵ھ: میں حضرت قاضی محمد بن عبدالکریم رومی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص۵۸)

□......ماہِ رمضان ۹۷۶ھ: میں حضرت ابومحمد جمال الدین مصری عبداللہ مصطا کی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ ص۱۴۴)

□......ماہِ رمضان ۹۷۹ھ: میں حضرت شیخ سلیم بن محمد بن سلیمان بن آدم بن موسیٰ سیکروی فتح پوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص۳۴۴)

□......ماہِ رمضان ۹۸۲ھ: میں حضرت شیخ راجی محمد بن شیخ خان حنفی اجینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۳۹)

□......ماہِ رمضان ۹۸۳ھ: میں حضرت خواجہ عبدالشہید احراری سمرقندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۶۴)

□......ماہِ رمضان ۹۸۴ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد معمار شاغوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ص ۱۱۴)

□......ماہِ رمضان ۹۸۵ھ: میں حضرت شیخ اسماعیل بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ ربیعی اسماعیلی ملتانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۱۱)

□......ماہِ رمضان ۹۸۷ھ: میں حضرت شیخ جمال بن احمد بن نعمۃ اللہ ملتانی جندیروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۴۲۵)

□......ماہِ رمضان ۹۹۰ھ: میں حضرت شیخ قاضی صدرالدین قرشی عباسی لاہوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۵۶)

□......ماہِ رمضان ۹۹۲ھ: میں حضرت شہاب الدین شیخ احمد بن بدرالدین عباسی شافعی مصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۰۴)

□......ماہِ رمضان ۹۹۳ھ: میں حضرت شیخ بیارہ بن کبیر بن محمود چشتی مندوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(نزھة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسني، ج۴ص ۳۲۲)

□......ماہِ رمضان ۹۹۴ھ: میں حضرت قاضی زین الدین عمر بن ابی بکر موقع شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ص ۱۷۶)

□......ماہِ رمضان ۹۹۵ھ: میں دمشق کے قاضی القضاۃ حضرت احمد بن حسن بن عبدالمحسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ص ۱۰۶)

□......ماہِ رمضان ۹۹۸ھ: میں حضرت ابراہیم بن جعفر رومی کی وفات ہوئی۔
(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ص ۸۰)

□......ماہِ رمضان ۹۹۸ھ: میں حضرت شیخ زین الدین عمر رسام مکی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج۳ص ۱۷۷)

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء(قسط10)

گزشتہ اقساط میں فقہ حنفی کی امہات الکتب اوراس سلسلہ میں متقدمین اورمتاخرین کے متون کا مختصر تعارف اورذکرکیا گیا۔

ذیل میں ان ہی متون کی چندمزید اقسام کا ذکرکیا جاتا ہے۔

(3)......جامع متون

اس سے مرادوہ کتبِ متون ہیں کہ جن میں فقہی جزئیات کومختصر انداز میں یکجا کردیا گیا ہے،یا پھران کتابوں میں فقہ حنفی کی امہات الکتب،متونِ معتمدہ وغیرہا ذالک کے مسائل کومتون کی طرز پرجمع کردیا گیا ہے،جن کی ایک اپنی تفصیل ہے،مگرذیل میں صرف چندایک مشہورومعروف مگرمتداول کتب کوہی شامل کیا گیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ کتبِ فقہ میں فقہ حنفی کے مشہورومعروف متون کےعلاوہ چنداورمتون کا ذکربھی ملتا ہے، جوکہ ماقبل میں ذکرکردہ متقدمین اورمتاخرین کے تالیف کردہ متون کے علاوہ ہیں،تاہم ان متون کو بھی متاخرین علماء ہی نے تالیف فرمایا،اوریہ متون بھی باقی متون کی طرح مشہورومعروف اورعلماءو فقہاء میں متداول ہیں،جن کے کتب میں حوالے باکثرت ملتے ہیں،اگرچہ ان کواُس شمارمیں نہیں لایا گیا کہ جن میں متونِ معتمدہ کوشمارکیا گیا،لیکن چونکہ یہ بھی ان متون کی طرح ایک''جامع متون'' ہیں،اورمتاخرین علماء کے ہی تالیف کردہ ہیں،اورفقہاء وعلماءان سے علمی اعتناء بھی کرتے ہیں،اس لیےان متون کوبھی فقہ حنفی میں ایک خاص مقام حاصل ہے،اوریہ متون درج ذیل ہیں:

(1)......بدایةُ المبتدی

یہ کتاب''ابوالحسن علی بن أبی بکر المرغینانی ''(متوفی:593ھ) کی تالیف ہے،جو

www.idaraghufran.org

کہ ’’الهداية‘‘ کے بھی مصنف ہیں، کتاب کا پورا نام ’’بداية المبتدى فى الفقه الحنفى ‘‘ ہے، مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں امام محمد رحمہ اللہ کی ’’الجامع الصغير ‘‘اور امام قدوری رحمہ اللہ کی مختصر قدوری کے مسائل کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع فرمایا ہے، کتاب کے ابواب کی ترتیب ’’الجامع الصغير ‘‘ کی ترتیب پر رکھی ہے، اور بیانِ مسائل میں قدوری کو مقدم رکھا، پہلے قدوری کے مسائل ذکر کرتے ہیں، اور پھر جامع صغیر کے مسائل کو ذکر کرتے ہیں، قدوری کے لیے ’’المختصر ‘‘اور جامع صغیر کے لیے ’’الكتاب‘‘ کی تعبیر اختیار کرتے ہیں۔

یہ کتاب فقہ حنفی کے معتبر متون میں سے شمار ہوتی ہے، خود مصنف رحمہ اللہ ہی نے اس کی شرح بھی لکھی، جو کہ ’’الهداية‘‘ کے نام سے موسوم ہے، اس کی مماثل کتاب فقہ حنفی میں موجود نہیں، ایجاز کے ساتھ ایضاح کا ایسا نمونہ ہے کہ جو شاید ہی کہیں مل سکے۔

مصنف رحمہ اللہ کی کچھ خاص اپنی تعبیرات ہیں، جیسے دلیل قرآنی کے لیے ’’ممّا ترون ‘‘، حدیث سے استدلال کے لیے ’’لما روينا ‘‘، قولِ صحابی کے لیے ’’للأثر ‘‘، عقلی دلیل کے لیے ’’لما بيّنا ‘‘، اور اپنی رائے یا قول ذکر کرنے کے لیے ’’قال العبد الضعيف عفى عنه ‘‘استعمال فرماتے ہیں، یہ مصنف کے انتہائی تواضع کی علامت ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے ’’بداية المبتدى ‘‘ کی ایک مطول شرح ’’كفاية المنتهىٰ ‘‘ کے نام سے بھی لکھی، لیکن جب آپ شرح سے فراغت کے قریب پہنچے تو محسوس ہوا کہ کتاب اتنی لمبی ہوگئی ہے کہ اس کو کوئی نہیں پڑھے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طویل شرح کی وجہ سے لوگ اصل کتاب کو ہی نہ چھوڑ دیں، اس لیے ’’بداية المبتدى‘‘ کی ایک مختصر شرح لکھی، جس کا نام ’’الهداية‘‘ رکھا۔ [1]

---

[1] بداية المبتدى فى الفروع: للشيخ، الإمام، أبى الحسن، على بن أبى بكر المرغينانى، الحنفى، المتوفى:سنة ثلاث وتسعين وخمسمائة .وهو مختصر ......ذكر فيه:أنه جمع بين:(مختصر القدورى) ، و (الجامع الصغير) واختار: ترتيب (الجامع) ، تبركا بما اختاره: محمد بن الحسن، قال: ولو وفقت لشرحه أرسمه:(بكفاية المنتهى) وهذا الشرح ليس بموجود، (كشف الظنون، ج ١ ص ٢٢٧، حرف الباء)

وعادته أن يحرر كلام الإمامين، من المدعى والدليل، ثم يحرر مدعى الإمام الأعظم، ويبسط دليله، بحيث يخرج الجواب من أدلتهما، فإذا كان تحريره مخالفا لهذه العادة، يفهم منه الميل إلى ما أدعى الإمامان،ووظيفة أن يشرح مسائل (الجامع الصغير) ، و (القدورى)، وإذا قال: فى الكتاب، أراد القدورى (كشف الظنون، ج٢، ص ٢٠٢٢) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)......تحفۃُ الفقھاء

یہ تالیف ''ابو بکر محمد بن احمد علاء الدین السمرقندی'' کی تالیف ہے، امام قدوری رحمہ اللہ سے جو مسائل رہ گئے تھے، مصنف رحمہ اللہ نے ان مسائل کا بھی اضافہ کیا ہے، حسبِ ضرورت دلائل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف فقہاء کے نقطۂ نظر پر مقارنہ کلام کیا ہے، زبان عام فہم، مسائل مربوط و مسلسل اور واضح تعبیرات کا استعمال کیا گیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد ''علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد''(متوفی: 587ھ) المعروف ''علامہ کاسانی'' کی تالیف ''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' مذکورہ کتاب کی شرح میں ہی لکھی، جس کو انہوں نے اپنے استاذ کی زندگی میں ہی تالیف فرما کر ان کے سامنے پیش کیا، جس پر علامہ سمرقندی رحمہ اللہ نے ان کو خوب داد دی، اور مذکورہ شرح کی تحسین فرمائی، اور اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا۔

اگر چہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے ''بدائع الصنائع'' کو تالیف کرتے وقت ''تحفۃُ الفقھاء'' کو اپنے لیے اصل بنایا ہے، لیکن علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس کے اندر ''تحفۃُ الفقھاء'' کی ترتیب، ابواب اور فصول کو ملحوظ نہیں رکھا، بلکہ اس کتاب کی ترتیب جدید فقہی طرز پر دی، تابعین اور دیگر ائمہ مذاہب کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب نہ صرف فقہ حنفی، بلکہ مطلق فقہ اسلامی میں بھی منفرد لب ولہجہ کی تالیف ہے، حسنِ ترتیب، واضح عبارت، زبان نہایت رواں اور سلیس، ہر مسئلہ پر دلیل اور نصوص کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کی نصوص پر گہری نظر ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقد جرى على الوعد في مبدإ بداية المهتدى أن أشرحها بتوفيق الله تعالى شرحا أرسمه بـ كفاية المنتهى فشرعت فيه والوعد يسوغ بعض المساغ وحين أكاد أتكىء عنه اتكاء الفراغ تبينت فيه نبذا من الإطناب وخشيت أن يهجر لأجله الكتاب فصرفت العنان والعناية إلى شرح آخر موسوم بـ الهداية (الهداية، ج ١، ص ١٤، تحت المقدمة)

[1] تحفة الفقهاء في الفروع: للشيخ، الإمام، الزاهد، علاء الدين: محمد بن أحمد السمرقندى، الحنفى.زاد فيها:على (مختصر القدورى) .ورتب أحسن ترتيب.أولها: (الحمد لله حق حمده ...الخ) وصنف: تلميذه، الإمام: أبو بكر بن مسعود الكاشانى، الحنفى .المتوفى: سنة سبع وثمانين وخمسمائة .شرحا عظيما.في: ثلاث مجلدات .وسماه: (بدائع الصنائع، في ترتيب الشرائع) .ولما أتمه: عرض على المصنف، فاستحسنه، وزوجه ابنته: فاطمة الفقيهة .فقيل: شرح (تحفته) ، وتزوج ابنته .وهذا الشرح: تأليف يطابق اسمه معناه (كشف الظنون، ج ١، ص ٣٧١، حرف التاء)

(3)......ملتقی الابحر

یہ کتاب ''ابراھیم بن محمد الحلبی ''(متوفی:956ھ) کی تالیف ہے،فقہی جزئیات کا بہت بڑاذخیرہ ہے،مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں متونِ اربعہ ''قدوری، المختار، کنزُ الدقائق، وقایة'' کےعلاوہ ''ھدایة'' اور''مجمع البحرین '' کی جزئیات کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے،اورراجح اقوال کو پہلےنقل کرنے کا اہتمام کیا ہے،اپنے تفقہ واجتہاد سے بھی بہت سے مقامات کوحل کیاہے،اس لحاظ سے یہ کتاب جامع متون میں سے ہے۔ [1]

(4)......الفقهُ النافع

اسی سلسلہ کی ایک کتاب''الفقهُ النافع ''جومشہورحنفی فقیہ(عالم بالتفسیر و الحدیث)امام ''ناصر الدین أبی القاسم محمد بن یوسف السمرقندی ''(متوفی:556ھ) کی تالیف ہے،فقہی ابواب کی ترتیب پر ایک مختصر مگر جامع متون ہے،نہایت آسان عبارت سے بھرپور،اورفقہی ترکیبات وغموضات سے مبرأ کتاب ہے،مختصردلائل کے ذکر کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اوراحادیث مبارکہ بھی کثرت سےنقل کی گئی ہیں،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی آراءکوذکرکرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اصحاب کی آراءکوبھی ذکرکیا گیاہے،اوراسی طرح مصنف حنفی آراءاور دوسرےفقہائے کرام کی آراءکوذکرکرنے کےان کے مابین مناقشہ،اورترجیح وتطبیق سے بھی کام لیتے ہیں،کتاب کا قاری بآسانی مطلوبہ حکم تک پہنچ جاتا ہے،اس لحاظ سے یہ کتاب ایک خاص اہمیت کی حامل اورجامع متون میں سے ہے۔

اگر یہ کہاجائے کہ''الفقهُ النافع ''اور''الاختیار لتعلیل المختار'' (جوکہ''الامام عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی متوفی:683ھ کی تالیف ہے) کااسلوب ایک جیسا

---

[1] ملتقى الأبحر، فى فروع الحنفية: للشيخ، الإمام: إبراهيم بن محمد الحلبى، المتوفى: سنة 956، ست وخمسين وتسعمائة، جعله مشتملا على مسائل:(القدورى) و (المختار) (الكنز) و (الوقاية) بعبارة سهلة. وأضاف إليه: بعض ما يحتاج إليه من مسائل:(المجمع) ونبذة من:(الهداية) وقدم من أقاويلهم ما هو الأرجح ، وأخر غيره، واجتهد فى التنبيه على الأصح والأقوى، وفى عدم ترک شيء من مسائل الكتب الأربعة.ولهذا بلغ صيته فى الآفاق، ووقع على قبوله بين الحنفية الاتفاق ......وشرحه: تلميذه، الحاج: على الحلبى (كشف الظنون، ج٢، ص ١٨١٥، حرف الميم)

ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔ [1]

مشہور حنفی فقیہ ''امام ابو البرکات النسفی'' (متوفیٰ: 710ھ) نے مذکورہ کتاب کی ایک شرح ''المستصفیٰ'' کے نام سے تحریر فرمائی، جو کہ تا حال شائع نہ ہو سکی۔ [2]

دیگر کتب

اور اسی سلسلہ کی ایک دوسری کتاب ''عیون المذاهب الاربعة، الکاملی'' ہے، جو کہ علامہ ''محمد بن محمد بن احمد الکاکی الحنفی'' (متوفیٰ: 749ھ) ''المعروف: بقوام الدین الکاکی'' رحمہ اللہ کی تالیف ہے، مختصر کتاب مگر چاروں فقہی مذاہب کے اقوال اور ان کی جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] مصنف رحمہ اللہ کی ''الفقہ النافع'' کے علاوہ چند مزید فقہی کتب بھی ہیں، جو کہ ''جامع الفتاویٰ، مصابیح السبل، الملتقط فی الفتاوی الحنفیة'' کے نام سے موسوم ہیں، اور اس کے علاوہ ''بلوغ الأرب من تحقیق استعارات العرب'' اور ''ریاضة الأخلاق'' کے نام سے بھی مزید کتب ہیں (الاعلام، ج۷، ص ۱۴۹، تحت الترجمة: السمرقندی)

[2] النافع، فی الفروع: للشیخ، الإمام، ناصر الدین، أبی القاسم: محمد بن یوسف الحسینی، السمرقندی، الحنفی......وهو مختصر، یتبرکون به، أوَّله: (الحمد لله رب العالمین حمدا أمده الأبد ....سألتمونی أن أصوغ لکم فی الفقه کتابا نافعا، فاستخرت الله فی کتاب نظری الدرایة، صحیح الروایة، وسمیته (الفقه النافع) شرحه: الشیخ، الإمام، أبو البرکات: عبد الله بن أحمد حافظ الدین، النسفی، المتوفی: سنة 710، عشر وسبعمائة، وسمَّاه: (المستصفی) (کشف الظنون، ج۲، ص ۱۹۲۱، باب النون)

المستصفیٰ: وهو فی فروع الفقه الحنفی لم یطبع بعد ، له مخطوط فی المتحف العراقی، وهو لأبی البرکات النسفی (حاشیة إحکام القنطرة فی أحکام البسملة (للعلامة عبد الحی اللکنوی) للدکتور صلاح محمد أبو الحاج، ص ۴۳)

[3] الکاکی: محمد بن محمد بن أحمد الخجندیّ السنجاری، قوام الدین الکاکی: فقیه حنفی سکن القاهرة وتوفی فیها .من کتبه (معراج الدرایة – خ) فی شرح الهدایة، فقه، و (جامع الأسرار – خ) فی شرح المنار، و (عیون المذاهب الکاملی – خ) مختصر جمع فیه أقوال الأئمة الأربعة، وأهداه إلی السلطان شعبان بن محمد (الملک الکامل) (الاعلام للزرکلی، ج۷، ص ۳۶، تحت الترجمة: الکاکی)

عیون المذاهب الأربعة، الکاملی .محتویا علی: أربعة مذاهب، فی الفروع ......لقوام الدین الکافی: محمد بن محمد بن أحمد الکاکی، الحنفی. المتوفی: سنة 749، تسع وأربعین وسبعمائة (کشف الظنون، ج۲، ص ۱۱۸۷، حرف العین)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط 61) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی کی مثالیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں عوام کو مذہبی آزادی اس طرح حاصل تھی، کہ غیر مسلموں اور ذمیوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کیا جاتا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا۔ یہاں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عیسائی عورت آئی، جو کہ بہت بوڑھی تھی۔ کسی ضرورت کے تحت وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ ایمان لے آؤ، سلامت رہو گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں، موت کے دہانے پر ہوں، اور میرے پاؤں قبر میں لٹک رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جو چیز چاہیے تھی، وہ دے دی۔ لیکن ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات محسوس ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس طرح کہنا اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور کر سکتا ہے، اور یہی بات سوچتے ہوئے کہیں آئندہ وہ اپنی ضرورت کے لیے بھی آپ کے پاس نہ آئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ سے استغفار کیا، اور کہا کہ اے اللہ! میں نے تو انہیں سیدھا راستہ دکھایا ہے، اور مجبور نہیں کیا۔ [1]

ایک دوسری مثال بھی ملتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، جس کا نام اشق تھا۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی غلام تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک مرتبہ کہا کہ اسلام لے آؤ تا کہ مسلمانوں کے کچھ کاموں میں آپ کی خدمات حاصل

---

[1] حتی إن الفاروق نفسه جائته ذات یوم امرأة نصرانیة عجوز کانت لها حاجة عنده فقال لها: أسلمی تسلمی؛ إن الله بعث محمداً بالحق، فقالت: أنا عجوز کبیرة، والموت إلیَّ أقرب، فقضی حاجتها، ولکنه خشی أن یکون فی مسلکه هذا ما ینطوی علی استغلال حاجتها لمحاولة إکراهها علی الإسلام، فاستغفر الله مما فعل وقال: اللهم إنی أرشدت ولم أکرهو(فصل الخطاب فی سیرة عمر بن الخطاب ص۱۵۷ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

کرسکیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے بعضے کام ایسے ہیں، جوصرف مسلمانوں کو ہی کرنے چاہیئں۔تو میں نے اسلام قبول کرنے سے منع کردیا،جس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔پھر جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا،تو آپ نے مجھے آزاد کردیا،اور کہا کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ [1]

بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''اہل ایلیا'' کوخط لکھا کہ اہل ایلیا کوآپ ان کی جان، مال عبادت خانے اورگرجا گھروں کی امان فراہم کریں گے۔ [2]

ایک اورمثال اسی طرح کی ملتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر والوں سے عہدو پیمان کا ایک خط روانہ کیا جس میں یہ مضمون تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اہلِ مصرکوان کی جانوں، مالوں، کنائس وعبادت خانوں،اور بروبحر میں ان کوامان عطا کی جاتی ہے۔'' [3]

اہلِ ذمہ کوکس قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی؟اس بارے میں فقہائے کرام کے نزدیک ان کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کا حق حاصل ہے،جب تک کہ وہ مسلمانوں کے علاقہ میں اعلانیہ اس کو نہ کریں۔اگر مسلمانوں کے علاقے میں اعلانیہ اپنے شعائر کا اظہار کریں،تو اس سے انہیں روکا جائے گا،اورانہیں ان کے علاقوں تک محدود کیا جائے گا۔اسی طرح ہر وہ کام جس سے دینِ اسلام،اللہ کی کتاب ورسول وغیرہ کی تنقیص وغیرہ لازم آئے،اس سے بھی

---

[1] وكان لعمر رضى الله عنه عبد نصرانى اسمه (أشق) حدّث فقال: كنت عبداً نصرانياً لعمر، فقال أسلم حتى نستعين بك على بعض أمور المسلمين، لأنه لا ينبغى لنا أن نستعين على أمورهم بمن ليس منهم، فأبيت فقال: (لا إكراه فى الدين) .فلما حضرته الوفاة أعتقنى وقال: اذهب حيث شئت(فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب ص۱۵۷ الفصل الثالث،المبحث الاول)

[2] وقد أورد الطبرى فى العهد الذى كتبه عمر بن الخطاب رضى الله عنه لأهل إيليا (القدس) ونص فيه على إعطاء الأمان لأهل إيلياء على أنفسهم وأموالهم وصلبانهم وكنائسهم(فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب ص۱۵۸ الفصل الثالث،المبحث الاول)

[3] وكتب والى عمر بمصر عمرو بن العاص لأهل مصر عهداً جاء فيه؛ بسم الله الرحمن الرحيم، هذا ما أعطى عمرو بن العاص أهل مصر من الأمان على أنفسهم وملتهم وأموالهم وكنائسهم وصلبهم وبرهم وبحرهم وأكد ذلك العهد بقوله: على ماضى هذا الكتاب عهد الله وذمة رسوله وذمة الخليفة أمير المؤمنين وذمم المؤمنين(فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب ص۱۵۸ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

انہیں منع کیا جائے گا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذمیوں سے بھی درگزر فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ اگر کوئی ذمی جزیہ دینے سے عاجز آجائے، تو اس کے جزیہ کو بھی معاف فرما کر اس سے درگزر فرمایا کرتے تھے۔

بعض حضرات نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قوم کے دروازہ سے گزرے، جہاں ایک سائل مانگ رہا تھا۔ وہ شخص بوڑھا اور ضعف البصارت تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے پیچھے سے اپنے بازو سے اس کو تھپتپایا اور کہا کہ آپ کون سے اہلِ کتاب ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں کیوں آپ کو دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ جزیہ اور حاجت کے لیے سوال کر رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر کی طرف لے گئے۔ اسے گھر سے کوئی چیز لا کر دی، پھر بیت المال کے نگران کے پاس پیغام بھیجا کہ اس شخص کو اور ان جیسوں کو دیکھ کر رکھو۔ اللہ کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اس کی جوانی کو کھا لیں اور بڑھاپے میں اسے رسوا کریں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا۔ اور پھر اپنے تمام گورنروں کے نام اس معاملے میں یہی فرمان جاری کیا۔ [2]

---

[1] یجب علی أهل الذمة الامتناع عما فیه غضاضة علی المسلمین، وانتقاص دین الإسلام، مثل ذکر الله سبحانه وتعالی أو کتابه أو رسوله أو دینه بسوء لأن إظهار هذه الأفعال استخفاف بالمسلمین وازدراء بعقیدتهم .وعدم التزام الذمی بما ذکر یؤدی إلی انتقاض ذمته عند جمهور الفقهاء، خلافا للحنفیة، کما سیأتی فی بحث ما ینتقض به عهد الذمة. کذلک یمنع أهل الذمة من إظهار بیع الخمور والخنازیر فی أمصار المسلمین، أو إدخالها فیها علی وجه الشهرة والظهور .ویمنعون کذلک من إظهار فسق یعتقدون حرمته کالفواحش ونحوها. ویؤخذ أهل الذمة بالتمییز عن المسلمین فی زیهم ومراکبهم وملابسهم، ولا یصدرون فی مجالس، وذلک إظهارا للصغار علیهم، وصیانة لضعفة المسلمین عن الاغترار بهم أو موالاتهم .
وتفصیل ما یمیز به أهل الذمة عن المسلمین فی الزی والملبس والمرکب وغیرها من المسائل تنظر فی کتب الفقه، عند الکلام عن الجزیة وعقد الذمة.(الموسوعة الفقهیة الکویتیة ج۷ص ۱۳۵ مادة: اهل الذمة)

[2] وقد ثبت عن عمر أنه کان شدید التسامح مع أهل الذمة، حیث کان یعفیهم من الجزیة عندما یعجزون عن تسدیدها، فقد ذکر أبو عبید فی کتاب الأموال: أن عمر – رضی الله عنه – مر بباب قوم وعلیه سائل یسأل – شیخ کبیر ضریر البصر – فضرب عضده من خلفه وقال من أی أهل الکتاب أنت؟ فقال یهودی، قال فما ألجأک إلی ما أری؟ قال: أسأل الجزیة والحاجة والسن، قال: فأخذ عمر بیده وذهب به إلی منزله فرضخ له بشیء من المنزل، ثم أرسل إلی خازن بیت المال فقال: انظر هذا وضربائه فو الله ما أنصفناه أن أکلنا شبیبته ثم نخذله عند الهرم، ووضع عنه الجزیة وعن ضربائه، وقد کتب إلی عماله معمّماً علیهم هذا الأمر وهذه الأفعال تدل علی عدالة الإسلام وحرص الفاروق أن تقوم دولته علی العدالة والرفق برعایاها ولو کانوا من غیر المسلمین، وقد بقیت الحریة الدینیة معلماً بارزاً فی عصر الخلافة الراشدة، مکفولة من قبل الدولة، ومصانه بأحکام التشریع الربانی(فصل الخطاب فی سیرة عمر بن الخطاب ص۱۵۸ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

دادا کی گھڑی

پیارے بچو! ایک بچہ تھا۔ اس کا نام طارق تھا۔ اس کی طبیعت میں انتہائی شرارت تھی اور وہ غیر متعلق چیزوں میں گھسا کرتا تھا۔ طارق جانباز اور مہم جو قسم کے قصے اور کہانیاں پڑھنے کا بہت شوقین تھا۔ طارق اپنے دادا کے ساتھ رہتا تھا۔

ایک رات وہ چھپ کے سے اپنے کمرہ سے نکلا اور خفیہ طریقے سے سٹور روم میں چلا گیا جہاں اس کے دادا نے بہت سارے ایسے تحفے جمع کر رکھے تھے جو پیسوں سے خریدے نہ جاسکتے تھے۔ طارق کو اس بات کا علم تھا کہ اس کے دادا کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس کے دادا کی نایاب جمع کردہ چیزوں کو ہاتھ لگائے۔

طارق سٹور روم میں داخل ہوا، ایک سٹول رکھا اور اس پر چڑھ گیا، اور وہ صندوق اٹھالیا جس میں اس کے دادا نے مختلف ہاتھ میں پہننے والی ایسی گھڑیاں رکھی ہوئی تھیں جنہیں وہ دنیا کے مختلف ملکوں کے سفر کے دوران لائے تھے۔ طارق ابھی نیچے اتر ہی رہا تھا، اس کی کہنی بینچ کے ساتھ ٹکرائی اور صندوق اس کے ہاتھ سے پھسلا اور زمین پر جا گرا۔ صندوق کے گرتے ہی ساری گھڑیاں زمین پر بکھر گئیں۔ طارق ڈر گیا اور اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑی جب اس نے دیکھا کہ اس کے دادا کی بیش بہا قیمتی گھڑی ٹوٹ گئی ہے۔

طارق کو اس بات سے سخت خوف ہوا کہیں اس کے دادا کو گھڑی کے ٹوٹے ہوئے شیشے کا پتا نہ لگ جائے۔ اس لیے وہ فوراً گھڑی کے کانچ کی کرچیاں زمین سے اٹھانے لگا۔

طارق نے یہ کہتے ہوئے سوچنا شروع کر دیا:

"کیسے میں اپنے دادا کو بتاؤں گا کہ ان کی بیش بہا قیمتی گھڑی ٹوٹ گئی ہے؟ دادا مجھ پر غصہ کریں گے، اور اگر میں نے دادا کو نہ بتایا تو انہیں اس معاملے کا کبھی پتہ نہیں چلے گا۔"

طارق بہت پریشان ہوا اور اس کا دل تیزی سے "دھڑ دھڑ" دھڑکنے لگا اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا

کہ دل ابھی سینے سے باہر آجائے گا۔اس نے ٹوٹی ہوئی گھڑی صندوق میں رکھی اور صندوق دوبارہ کارنس پر سیٹ کر کے رکھ دیا۔اس کے بعد وہ سونے چلا گیا۔بستر پر لیٹا وہ ادھر سے ادھر کروٹیں بدلتا رہا اور پوری رات آنکھیں جھپکا تا رہا۔

اگلی صبح طارق جلدی اٹھا اور اپنے آپ کو تیار کیا تا کہ وہ اپنے دادا کے پاس جائے اور اپنی غلطی کا اقرار کرے۔جب وہ اپنے دادا کے کمرے میں پہنچا تو اپنے دادا کو ہر چیز کے بارے میں بتا دیا۔اس کے دادا کچھ سوچ و بچار کرنے لگے اور طارق سے کچھ نہ کہا بلکہ سٹور روم کی طرف چل پڑے۔طارق اپنی ہی جگہ سر جھکائے کھڑا رہا۔

جب طارق کے دادا سٹور سے واپس آئے تو طارق سے کہا:

''جب آپ نے مجھے یہ بتایا کہ آپ نے میری گھڑی توڑ دی ہے تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں پریشان بھی ہوا؛ جب میری اور آپ کی دادی کی نئی نئی شادی ہوئی تھی تو آپ کی دادی نے یہ گھڑی مجھے تحفہ دی تھی،لیکن خیر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں؛ گھڑی کا صرف شیشہ ہی ٹوٹا ہے،اور جلد ہی میں اس کا شیشہ بدل دوں گا۔''

طارق کو کچھ سکون ملا،کچھ وقت کے بعد اس کے دادا باورچی خانہ میں گئے اور دودھ کا ایک کپ لائے اور طارق کو دے دیا اور کہا:''یہ تو آپ کی بہادری تھی کہ آپ نے گھڑی کے ٹوٹنے کا سارا معاملہ مجھے بتا دیا۔آپ سمجھ رہے تھے کہ میں آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کروں گا،کیوں ایسا ہی تھا نا؟''

طارق نے کہا:''شروع میں میں ڈر رہا تھا،لیکن آپ سے جھوٹ بولنے کی میری ہمت نہ ہوئی،صحیح تو یہ تھا کہ میں آپ کی چیزوں کو آپ کی اجازت کے بغیر نہ چھوتا۔''اس کے دادا نے کہا:''جب میں آپ کی عمر میں تھا تو میں نے اپنی امی کا ایک قیمتی برتن توڑ دیا تھا،یہ غلطی کرنے کے بعد مجھے بھی بہت ڈر لگا،لیکن میں اپنی امی کے پاس گیا اور غلطی مان لی،میری امی نے کہا کہ انہیں اس سارے معاملے کا پہلے سے ہی پتا تھا۔''

پیارے بچو!یہ بھی بہادری ہے کہ آپ اپنی غلطی کو مانیں اور اس کا اعتراف کریں،اکثر آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کا ڈر ہوگا لیکن غلطی کا ماننا آپ کو اور زیادہ طاقت اور قوت دے گا۔

www.idaraghufran.org

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط49) مفتی طلحہ مدثر

وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (پہلا حصہ)

معزز خواتین! اسلام ہی ایسا یکتا، واحد اور بے نظیر دین ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک قابلِ قبول ہے، اس کے علاوہ تمام ادیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک نا قابلِ قبول اور مردود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ'' (آلِ عمران،۱۹)

یقیناً دین تو بس اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے (آلِ عمران)

یعنی معتبر اور کامل دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اسی جامعیت کا نتیجہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وراثت کے معاملے میں بھی تنہا نہیں چھوڑا، بلکہ تفصیل کے ساتھ خود اللہ جل شانہ نے فرداً فرداً ہر شخص کا حصہ مقرر فرمایا اور پھر ان تفصیلی احکامات کو قران پاک میں نازل فرمایا، جس کی حفاظت کی ذمہ داری قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے، وراثت میں خواتین کے حقوق ملاحظہ کرنے سے پہلے وراثت کے معاملے میں اہلِ جاہلیت کے طرزِ عمل پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔

جاہلیت میں وراثت کا اصول

اسلام کی آمد سے قبل زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت گمراہیوں کی انتہائی حدود کو چھو رہی تھی، وراثت کے حالات بھی دیگر شعبوں سے کچھ مختلف نہیں تھے، وراثت کا کوئی لگا بندھا اصول تو تھا ہی نہیں، بس جس کا جتنا زور چلتا تھا، اس کے بقدر، وہ اس گمراہی کے بہتے دریا میں ہاتھ دھونے کی کوشش کرتا تھا، ہر فرد کی کوشش ہوتی تھی، کہ اس کے رشتہ دار نے جو مال چھوڑا ہے، اپنے قبائلی رسم ورواج کے مطابق کوئی حیلہ، حربہ استعمال کر کے اسے اپنے زیرِ تسلط ہی رکھوں، کسی طرح بھی وہ مال میری دسترس سے باہر نہ نکلے اسی لالچ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا (سورة الفجر ۱۹)

ترجمہ: اور تم میراث کا مال سمیٹ، سمیٹ کر کھا جاتے ہو (فجر)

www.idaraghufran.org

مال کی اس لالچ میں وہ مختلف طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے،وراثت کے بارے میں اہلِ جاہلیت کی سوچ یہ تھی ، کہ وراثت دفاع اور معاشی زندگی میں دوڑ دھوپ کا معاوضہ ہے، چھوٹے بچوں اورخواتین کوعموماًوہ میراث سے محروم رکھتے تھے،اس طرزِعمل کی اپنی خودساختہ سوچ کی بناپر دلیل یہ دیتے تھے، کہ جوان مردلڑائیوں میں شریک ہوتے ہیں،غنیمت وصول کرتے ہیں،اگرباہر سے کوئی دشمن حملہ آور ہوجائے،تواپنے قبیلے کی حفاظت کرتے ہیں، پھرروزگار کے لیے سفرواسفار اورطرح طرح کے جتن کرتے ہیں، جبکہ خواتین ان سب کاموں میں شریک نہیں ہوتیں،جس کی وجہ سے وہ وراثت کی حقدارنہیں ہیں، یہی عمل چھوٹے بچوں کے مال کے ساتھ بھی کیا جاتا تھا، کہ اکثر وبیشتر یتیم بچہ کا مال اپنے مال میں شامل کرلیااور پھراس میں خرد برد کرنا شروع کردی،ان کا عمدہ مال اپنے گھٹیامال میں شامل کردیااورمخلوط مال سے عیاشی شروع کردی، چنانچہ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا (سورۃ نساء ،۲)

ترجمہ: اوریتیموں کے مال ان کے حوالے کردواور(اپنے) برے مال کو(ان کے) اچھے مال سے نہ بدلواوران کے مال اپنے مالوں میں شامل کر کے نہ کھایا کرو، یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے(نساء)

یہ طرزِظلم تو یتیموں کے ساتھ تھا،جس میں بچے اور بچیاں برابر کی شریک تھیں،اس کے علاوہ یہ بھی کیا جاتا تھا، کہ اگر کوئی شخص فوت ہوا،اوراس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں،تو اپنی سگی ماں کو چھوڑ کر، باپ کی دیگر منکوحہ خواتین کو بھی مال کی طرح تقسیم کردیا،یاان سے خودشادی کرلی،اب نہ تو وہ کسی دوسری جگہ شادی کرنے کے قابل رہی اور نہ اس کو بیوی والے حقوق مل سکے،بس اسی طرح بے بسی کے ساتھ زندگی گزارنی پڑی، یہ عمل اسلام کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے بھی خلاف ہے، کہ جوخواتین عزت کے ساتھ باپ کے عقدِ نکاح میں آئی ہو،باپ کی آنکھ بند ہوتے ہی،اس کی آج یوں رسوائی کے ساتھ مال مویشی اور درہم، دینار کی طرح تقسیم شروع کردی جائے،اس رسم

کی بھی شدید الفاظ میں قرآن مجید میں مذمت بیان کی گئی،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَحِلُّ لَکُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ کَرْهًا (سورۃ النساء،۱۹)

ترجمہ:اے ایمان والو!تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی وراثت میں لے لو (نساء)

اورارشادفرمایا:

وَلَا تَنْکِحُوا مَا نَکَحَ آبَاؤُکُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ کَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِیلًا (سورۃ نساء،۲۲)

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہوں،تم انہیں نکاح میں نہ لاؤ،البتہ پہلے جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا،یہ بڑی بے حیائی ہے،گھناؤنا عمل ہے،اور بے راہ روی کی بات ہے۔(نساء)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے شدید الفاظ میں اس رسم کی قباحت بیان فرمائی ہے،

پھراس کے علاوہ میراث کھانے کا ایک طریقہ یہ نکالا ہوا تھا،کہ اگر کسی کے زیرِ کفالت کوئی یتیم بچی ہوتی،تو وہ اس کا مال ہڑپنے کے لیے اس سے نکاح کر لیتا تھا،اس طرح سے اس یتیم بچی کا مال اڑانے کی کھلی آزادی مل جاتی تھی،پھر اس کے حق مہر اور دیگر ضروریات کا بھی کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا،اللہ تعالیٰ نے اس رسم سے بھی منع فرمایا،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا (سورۃ نساء۳)

ترجمہ:اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند آئیں دو دو سے،تین تین سے،اور چار چار سے، ہاں!اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو،یا ان کنیزوں پر جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے (نساء)

(جاری ہے..........)

اچھی اور بُری صحبت کا اثر

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:مَثَلُ الجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السَّوْءِ، کَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْکِ وَکِیْرِ الْحَدَّادِ، لَا یَعْدَمُکَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْکِ إِمَّا تَشْتَرِیْہِ، أَوْ تَجِدُ رِیْحَہٗ، وَکِیْرُ الْحَدَّادِ یُحْرِقُ بَدَنَکَ، أَوْ ثَوْبَکَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِیْحًا خَبِیْثَةً ".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے ،جیسے مشک والا اور لوہاروں کی بھٹی ،پس مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے، یا تو اسے خریدو گے، یا اس کی خوشبو کو پاؤ گے اور لوہار کی بھٹی آپ کے بدن کو یا آپ کے کپڑے کو جلا دے گی، یا تم اس کی بدبو سونگھو گے۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر 2101)

فائدہ: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح اچھی صحبت، اچھی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے کچھ نہ کچھ اچھے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح بُری صحبت، گناہ کی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے اس کے کچھ نہ کچھ بُرے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں۔

اس لیے بُری صحبت اور گناہوں کی مجالس و مواقع سے پرہیز کرنا چاہیے، اور اس کے بجائے نیکو کاروں کی صحبت خیر کی مجالس کا انتخاب کرنا چاہیے۔

www.idaraghufran.org

کسی گناہ کو پسند کرنا اُس گناہ کے ارتکاب کی طرح ہے

حضرت ابن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيْئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا ۔ وَقَالَ مَرَّةً أَنْكَرَهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا“.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے، تو جو شخص (کسی مجبوری سے) وہاں موجود ہو، مگر وہ اس کو ناپسند سمجھے، یا اس کو منکر (یعنی بُرا) سمجھے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود نہ ہو، اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو، لیکن اس گناہ کو پسند کرے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود ہو۔

(سنن أبي داؤد، حديث نمبر 4345)

معلوم ہوا کہ گناہ کی مجالس اور مواقع میں بلا عذر شریک ہونا، اسے پسند کرنے کی علامت ہے، جو کہ گناہ ہے، اور اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے کسی گناہ کے مقام پر موجود ہو، مثلاً وہ کسی کام سے وہاں گیا ہو، یا کوئی وہاں سرکاری سطح پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہو، لیکن وہ گناہ کو دل سے بُرا سمجھے، تو وہ گناہ سے بری ہے۔

اور اسی طرح جو شخص گناہ کی مجلس اور مواقع میں موجود تو نہ ہو، لیکن اس کو گناہ کو پسند کرتا ہو، تو یہ شخص ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس گناہ کی مجلس میں شریک تھا، اور گناہ کو کر رہا تھا۔

www.idaraghufran.org

فتنوں سے کیسے بچا جائے!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد اگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ جب لوگوں کے ساتھ عہد (و معاہدوں) کی خلاف ورزی ہوگی، اور لوگوں کی امانتوں کو ہلکا سمجھا جائے گا (یعنی اُن کی ادائیگی کی اہمیت دِلوں میں نہ رہے گی) اور لوگ اس طرح (ایک دوسرے میں خلط ملط) ہوجائیں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ ایسے وقت میں میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑلو (یعنی اپنے گھر میں رہو) اور اپنی زبان کو اپنی ذات تک قابو میں رکھو، اور جو معروف (نیکی) دیکھو، اُسے اختیار کرو، اور جو منکر (بُرا کام) دیکھو، اُسے چھوڑ دو، اور اپنے اوپر اپنی ذات کے معاملات لازم رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو اپنے سے چھوڑ دو (یعنی دوسروں کے معاملات میں نہ پڑو)۔

(سنن أبي داوٗد، حديث نمبر 4343)

www.idaraghufran.org

فتنوں کے دور میں عافیت کا راستہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: سَتَکُوْنُ فِتَنٌ کَرِیَاحِ الصَّیْفِ، اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیِ، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَھَا، اِسْتَشْرَفَتْہُ“.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا)۔

(صحیح ابنِ حبان، حدیث نمبر 5959)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں دوسروں سے اُلجھنا اوران کے معاملات میں پڑنا مناسب طریقہ نہیں۔ بلکہ ایسے حالات میں سلامتی وعافیت والا راستہ یہ ہے کہ خود گناہوں سے بچتے ہوئے، ان سے علیٰحدگی اختیار کر کے اپنے گھروں میں رہیں، اور فتنوں کو جھانکیں بھی نہیں، یعنی ان کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔

اور یہ فتنے اتنے شدید ہوں گے کہ ان کو دیکھنے والا بھی ان فتنوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

”عمل بالحدیث“ کا حکم (قسط10)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا دوسرا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ”الانصاف“ میں فرماتے ہیں:

فنشأت بعدهم قرون على التقليد الصرف لا يميزون الحق من الباطل ولا الجدل من الاستنباط فالفقيه يومئذ هو الثرثار المتشدق الذى حفظ أقوال الفقهاء قويها وضعيفها من غير تمييز وسردها بشقشقة شدقيه والمحدث من عد الأحاديث صحيحها وسقيمها وهذها بقوة لحييه .

ولا أقول ذلک كليا مطردا فان لله طائفة من عباده لا يضرهم من خذلهم وهم حجة الله فى أرضه وان قلوا.

ولم يأت قرن بعد ذلک إلا وهو أكثر فتنة وأوفر تقليدا وأشد انتزاعا للأمانة من صدور الرجال حتى اطمأنوا بترک الخوض فى أمر الدين وبأن يقولوا (إنا وجدنا آباء نا على أمة وإنا على آثارهم مقتدون) وإلى الله المشتكى وهو المستعان وبه الثقة وعليه التكلان (الإنصاف فى بيان أسباب الاختلاف، ص ٩٥، و ٩٦، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبيان سبب الاختلاف بين الأوائل والأواخر الخ)

ترجمہ: پس ان کے بعد ایسے زمانے آئے کہ جن میں تقلیدِ محض کی جانے لگی، جن کو حق کی، باطل سے تمیز نہیں تھی، اور نہ جدل کی استنباط سے تمیز تھی، پس آج کے دور میں فقیہ وہ ہے، جو چرب زبان اور خوب بولنے والا منہ پھٹ ہو، جس نے فقہاء کے اقوال کو

www.idaraghufran.org

از بر محفوظ کرلیا ہو،قوی اقوال کو بھی اور ضعیف اقوال کو بھی ،مگراس کو ضعیف وقوی اور صحیح وغلط اورراجح اورمرجوح میں تمیز نہیں ہوتی ۔

اورآج کے دور میں محدث وہ ہے، جو احادیث کو جمع کرلے،صحیح کو بھی اور کمزور کو بھی اور ان کو اپنے جبڑوں سے مضبوط پکڑ لے۔

اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سب کے سب مردود ہیں، کیونکہ بے شک اللہ کے بندوں میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے، جن کو کسی کا رسوا کرنا ضرر نہیں پہنچاتا،اوروہ اللہ کی زمین میں حجۃُ اللہ ہیں،اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔

اوراس کے بعد جو زمانہ میں بھی آیا،اس میں فتنے زیادہ ہی بڑھے،اورتقلید میں اضافہ ہوا،اورلوگوں کے سینوں سے امانت کے نکلنے میں شدت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ انہوں نے دین کے معاملہ میں غوروفکر کے ترک کرنے پر اطمینان حاصل کرلیا،اوراس بات پر کہ وہ یہ کہیں کہ’’إِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ ‘‘کہ ہم نے اپنے آباءواجداد کواسی طریقہ پر پایا ہے،اورہم انہی کی اقتداء کرکے ہدایت پائیں گے،اوراللہ ہی کی طرف اپنے مسائل کا رجوع ہے اوروہی مددگار ہے،اوراسی پر بھروسہ ہے(الانصاف)

ہم نے حضرت شاہ صاحب کی طرف سے بیان کردہ مذکورہ حالت کا موجودہ دور کے بے شمار علماء میں مشاہدہ کیا، جو اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعۃ ،اورعلمائے حق کا ترجمان خیال کرتے ہیں،لیکن ساتھ ہی مذکورہ بالا نقائص میں بھی مبتلا ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا تیسرا حوالہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی تالیف’’عقدُ الجید‘‘میں اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرنے کے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنهم من قال لا يلفق بحيث يتركب حقيقة ممتنعة عند الإمامين قيل

الممنوع أن يتركب حقيقة ممتنعة في مسألة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب ثم خرج منه الدم السائل لا في مسألتين كما إذا طهر الثوب بمذهب الشافعي وصلى بمذهب أبي حنيفة ويتجه أن يقال فيه بحث لأنه إن كان المقصود من هذا القيد أن لا يخرج مجموع ما انتحله من الاتفاق فهو حاصل في مسألتين أيضا.

وإن كان المقصود أن لا يخرج هذه المسألة وحدها من الإجماع فيكفي عنه اشتراط كونه مذهبا للإجتهاد فيه مساغ كما يأتي (عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۲۵، فصل في المتبحر في المذهب وهو الحافظ لكتب مذهبه)

ترجمہ: اور بعض نے کسی دوسرے امام کے قول کو اختیار کرنے کے جائز ہونے کی یہ شرط بیان کی کہ وہ اس طرح تلفیق نہ کرے کہ یہ مسئلہ مرکب ہو کر ایسی حقیقت اختیار کر لے کہ جو دونوں اماموں کے نزدیک ممنوع ہو۔

لیکن اس کی تردید میں کہا گیا ہے کہ ممنوع صورت یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ہی ایسی حقیقت مرکب ہو جائے، مثلاً بغیر ترتیب کے وضو کیا، پھر اس سے بہتا خون بھی نکلا (یہاں دونوں مسئلوں کا تعلق، خاص ایک وضو سے ہے)

دو مسئلوں میں تلفیق ممنوع نہیں، جیسا کہ جب امام شافعی کے مذہب کے مطابق کپڑا پاک ہو گیا، اور اس کپڑے میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھی (یہاں کپڑا پاک ہونے کا مسئلہ الگ ہے، اور نماز پڑھنے کا مسئلہ الگ ہے)

تاہم اس میں بحث کی گنجائش ہے، کیونکہ اس (مذکورہ طریقے پر ترکیب وتلفیق نہ ہونے کی) قید سے اگر مقصود یہ ہے کہ عمل کرنے والے نے اس طرح جو کیا، وہ اگر صرف اتفاق ہے، تو وہ دونوں مسئلوں میں موجود ہے (لہٰذا دونوں صورتوں کا حکم جواز کا ہونا چاہیے)

www.idaraghufran.org

اور اگر اس قید سے یہ مقصود ہے کہ صرف یہ مسئلہ اجماع سے خارج نہ ہو، تو اس سے بہتر شرط یہ ہے کہ وہ مسئلہ ایسا ہو کہ جس میں اجتہاد کرنے کی گنجائش ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے (عقدالجید)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرے امام، یا مذہب کے قول پر عمل کی ممانعت ایک مسئلہ میں تلفیق کی صورت میں اس وجہ سے ہو کہ دونوں فقہاء کے نزدیک ممنوع صورت لازم آتی ہے، تو ممانعت اس صورت میں بھی ہونی چاہیے، جب مسئلے دو ہوں، مگر عمل ایک ہی ہو، جس کو درست قرار دیا جارہا ہو کہ ایک امام کے مطابق کپڑا پاک کیا، دوسرے کے مطابق نماز پڑھی، کیونکہ یہاں بھی دونوں اماموں میں سے، کسی کے نزدیک نماز درست نہیں، ایک کے نزدیک نماز درست نہ ہونے اور دوسرے کے نزدیک کپڑے کی طہارت نہ ہونے کی وجہ سے، لہٰذا مختلف ائمہ ومجتہدین کے اقوال پر عمل کے جائز ہونے کے متعلق، مذکورہ طریقے پر تلفیق لازم نہ آنے کی شرط راجح نہیں، اس کے بجائے یہ شرط لگانا بہتر ہے کہ وہ مسئلہ مجتہَد فیہ ہو۔

اگر اس طرح کی تلفیق کی جائے کہ جس کے نتیجے میں اجماع کی مخالفت لازم آئے، تو وہ جائز نہیں۔

اور جس طرح خون نکلنے سے وضوٹوٹنے کا مسئلہ، مجتہَد فیہ ہے، اسی طرح فرج، یا عورت کو چھونے سے، وضوٹوٹنے کا مسئلہ بھی مجتہَد فیہ ہے، اور اس کے نتیجے میں نماز درست نہ ہونے کا مسئلہ بھی مجتہَد فیہ ہے، یعنی تمام مجتہدین کا کسی ایک جہت سے نماز درست ہونے پر اجماع نہیں، اور جس جہت سے، کسی مجتہد کے نزدیک نماز درست نہیں ہوتی، اس جہت سے نماز درست نہ ہونے پر دوسرے مجتہد کا اتفاق نہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ مجتہَد فیہ مسئلے میں تلفیق کے جواز کا قول بعض دوسرے فقہاء نے بھی ذکر کیا ہے، حضرت شاہ صاحب نے اسی قول کو راجح سمجھا ہے، جس کا ذکر دیگر عبارات کے ذیل میں ہو چکا ہے، اور مزید تفصیل آگے ''شرح مسلّم الثبوت'' کے حوالے سے آتی ہے۔

اور ہم نے جہاں تک غور کیا تو ہمیں بھی دلائل کی رو سے یہی موقف راجح معلوم ہوا، اور اس کے برعکس محض تلفیق کو حرام وناجائز کہنا راجح معلوم نہ ہوا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اوپر"عقد الجید" کی عبارت میں"کما یأتی" فرما کر جس عبارت کا ذکر فرمایا ہے، وہ عبارت مندرجہ ذیل ہے:

وفي الظهيرية ومن فعل فعلا مجتهدا فيه أو قلد مجتهدا في فعل مجتهد فيه فلا عار ولا شناعة ولا إنكار عليه وفي المنهاج للبيضاوى لو رأى الزوج لفظا كناية ورأته المرأة صريحا فله الطلب ولها الإمتناع فيرجعان إلى غيرهما .

فائدة :استشكل رجل شافعي الإختلاف بين عبارتي الأنوار فأجبته بما يحل الإختلاف في كتاب القضاء من كتاب الأنوار ما حاصله.

إذا دونت هذه المذاهب جاز للمقلد أن ينتقل من مذهب مجتهد إلى مذهب آخر وكذا لو قلد مجتهدا في بعض المسائل وآخر في البعض الآخر حتى لو اختار من كل مذهب الأهون كالحنفي إذا إفتصد وأراد أن يأخذ بالشافعي رحمه الله لئلا يتوضأ أو الشافعي مس فرجه أو امرأة وأراد أن يأخذ بالحنفي لئلا يتوضأ وغير ذلك من المسائل جاز هذا حاصل كلام صاحب الأنوار في كتاب القضاء، وقال في باب الإحتساب لو رأى الشافعي شافعيا يشرب النبيذ أو ينكح بلا ولي ويطؤها فله أن ينكر لأن على كل مقلد اتباع مقلده ويعصي بالمخالفة ولو رأى الشافعي الحنفي يأكل الضب أو متروك التسمية عمدا فله أن يقول إما أن تعتقد أن الشافعي أولى بالإتباع وإما أن تترك.

هذا كلامه في الإحتساب.

وبين القولين اختلاف.

أقول وحل الإختلاف عندى والله أعلم أن معنى قوله يعصي بالمخالفة أنه يعصي بالمخالفة إذا عزم على تقليده في جميع المسائل أو في هذه

www.idaraghufran.org

المسألة ثم أقدم على المخالفة فهذه معصية بلا شک وأما إذا قلد فی هذه المسألة غیره فذلک الغیر هو مقلده ولم یخالف مقلده.

ونقول المسألة الثانیة مبنیة علی قول الغزالی وشرذمة والأولی علی قول الجمهور فافهم فإن حل هذا الإختلاف قد صعب علی بعض المصنفین. ....

الجاهل بالکتاب والسنة لا یستطیع بنفسه التتبع ولا الإستنباط فکان وظیفته أن یسأل فقیها ما حکم رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسألة کذا وکذا فإذا أخبر تبعه سواء کان مأخوذا من صریح نص أو مستنبطا منه او مقیسا علی المنصوص فکل ذلک راجع إلی الروایة عنه صلی الله علیه وسلم ولو دلالة وهذا قد اتفقت الأمة علی صحته قرنا بعد قرن بل الأمم کلها أنفقت علی مثله فی شرائعهم وأمارة هذا التقلید أن یکون عمله بقول المجتهد کالمشروط بکونه موافقا للسنة فلا یزال متفحصا عن السنة بقدر الإمکان فمتی ظهر حدیث یخالف قوله هذا أخذ بالحدیث وإلیه أشار الأئمة قال الشافعی رحمه الله إذا صح الحدیث فهو مذهبی وإذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث فأعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط وقال مالک رحمه الله ما من أحد إلا ومأخوذ من کلامه ومردود علیه إلا رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال أبو حنیفة رحمه الله لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی أن یفتی بکلامی وقال أحمد لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا غیره وخذ الأحکام من حیث أخذوا من الکتاب والسنة (عقد الجید فی أحکام الاجتهاد والتقلید، ص ۲۶، ۲۷، فصل فی المتبحر فی المذهب وهو الحافظ لکتب مذهبه)

ترجمہ: اور ظہیریہ میں ہے کہ جس نے مجتہد فیہ فعل کو اختیار کیا، یا مجتہد فیہ فعل میں کسی

www.idaraghufran.org

مجتہد کی تقلید کی ،تو اس کو نہ تو عار دلائی جائے گی ،اور نہ اس میں کوئی برائی ہوگی ،اور نہ اس پر نکیر کی جائے گی ،اور بیضاوی کی منہاج میں ہے کہ اگر شوہر کسی لفظ کو کنائی خیال کرتا ہے،اور اس کی بیوی اس کو صریح خیال کرتی ہے(اور شوہر نے وہ کنائی الفاظ طلاق کی نیت کے بغیر، بیوی کو کہے)تو مرد کا عورت کو طلب کرنا جائز ہے،اور عورت کو منع کرنا جائز ہے،لہٰذا وہ اپنے علاوہ کسی اور (مفتی یا،حاکم) کی طرف رجوع کریں گے۔

فائدہ:ایک شخص کو انوار کی دو عبارتوں کے درمیان اختلاف میں اشکال پیدا ہو گیا،تو میں نے اس کو اس اختلاف کے حل کا جواب دیا۔

''کتاب الانوار'' کی ''بحثِ قضاء'' کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:

''جب یہ مذاہب مدون ہو گئے،تو مقلد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایک مجتہد کے مذہب سے دوسرے مجتہد کے مذہب کی طرف منتقل ہو،اور اسی طریقہ سے اگر وہ بعض مسائل میں کسی مجتہد کی اور بعض مسائل میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرے،تو بھی جائز ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ہر مذہب سے اھون (اور آسان) پہلو کو اختیار کرے،جیسا کہ حنفی'' فصد'' کرانے (اور خون نکلنے کے بعد) امام شافعی (یا امام مالک)رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہوئے وضو نہ کرے، یا کوئی شافعی اپنی فرج ،یا عورت کو چھوئے ،اور امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہوئے وضو نہ کرے، یا اسی طرح کے دوسرے مسائل پر عمل کرے،تو جائز ہے''۔

یہ صاحبِ انوار کی ''کتابُ القضاء'' کی عبارت کا حاصل ہے۔

اور صاحبِ انوار نے ''بابُ الاحتساب''میں فرمایا کہ:

''اگر کوئی شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے ہوئے ،یا بغیر ولی کے نکاح کرنے کے بعد عورت سے وطی کرتے ہوئے دیکھے،تو اس پر نکیر کرنا جائز ہے، کیونکہ مقلد پر اپنے امام کی تقلید واجب ہے،اور وہ مخالفت کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا،اور اگر کوئی شافعی کسی حنفی کو ''گوہ'' کو کھاتے ہوئے،یا متروکُ التسمیة عمداً کے گوشت کو کھاتے

ہوئے دیکھے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ یا تو آپ یہ اعتقاد کریں کہ امام شافعی اتباع کے اعتبار سے زیادہ اولیٰ ہیں، یا پھر اس فعل کو چھوڑ دیں‘‘۔

یہ صاحبِ انوار کے’’بابُ الاحتساب‘‘ کا کلام تھا۔

اور دونوں قولوں میں اختلاف پایا جاتا ہے (کہ ایک جگہ دو اماموں کے اقوال پر عمل کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور دوسری جگہ، ایک امام کے مقلد کو، اسی امام کی تقلید کرنے والے کی مخالفت کرنے پر نکیر کو جائز قرار دیا گیا ہے)

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک واللّٰہ اعلم اس اختلاف کا حل یہ ہے کہ ان کے قول ’’یعصی بالمخالفۃ‘‘ (یعنی وہ مخالفت کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ مخالفت کرنے کی وجہ سے اس صورت میں گناہ گار ہوگا، جب کہ وہ تمام مسائل میں، یا خاص اس مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کا عزم کرے، اور پھر اس کی مخالفت پر اقدام کرے، تو یہ بلا شک وشبہ معصیت ہے، لیکن جب وہ اس مسئلہ میں کسی اور کی تقلید کرے، تو وہ غیر ہی اس کا امام ہوگا، جس کی اس نے مخالفت نہیں کی۔

اور ہم اس موقع پر کہتے ہیں کہ دوسرا (یعنی ’’کتابُ الاحتساب‘‘ کا) مسئلہ، امام غزالی اور ایک مختصر جماعت کے قول پر مبنی ہے (جن کے نزدیک مذہب کا التزام کرنے والے پر، اس سے خروج جائز نہیں ہوتا) اور پہلا (یعنی ’’کتابُ القضاء‘‘ کا) مسئلہ، جمہور کے قول پر مبنی ہے (جن کے نزدیک مذہبِ معین کا التزام کرنے والے پر بھی یہ التزام واجب نہیں ہوتا) اس بات کو سمجھ لیجیے، کیونکہ اس اختلاف کا حل بعض مصنفین پر دشوار ہو جاتا ہے۔............ [1]

کتاب وسنت سے ناواقف شخص، جو خود سے تتبع اور استنباط کی استطاعت نہیں رکھتا، تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے پیش آمدہ مسائل میں فقیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم کرے، اور جب وہ اسے اس کی خبر دے دے، تو اس کی اتباع کرے،

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کسی مذہبِ مخصوص کا التزام واجب نہیں، اور جمہور کا قول ہی دلائل کے لحاظ سے راجح ہے ۔محمد رضوان

www.idaraghufran.org

خواہ وہ نصِ صریح سے ماخوذ ہو، یا اس سے مستنبط ہو، یا منصوص پر قیاس سے ماخوذ ہو، تو یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی طرف لوٹتا ہے، اگر چہ دلالتاً ہی سہی، اور اسی وجہ سے امت کا قرناً بعد قرنٍ اس کی صحت پر اتفاق ہے، بلکہ تمام امتیں اپنی شریعتوں میں اس جیسے اصول پر متفق ہیں، اوراس تقلید کی نشانی یہ ہے کہ اس کا عمل مجتہد کے قول کے ساتھ سنت کے موافق ہونے کے ساتھ مشروط ہونے کی طرح ہے، اوراس وجہ سے حتی الامکان سنت کی جستجو برابر جاری رہے گی، پھر جب کسی حدیث کا مجتہد کے قول کے مخالف ہونا ظاہر ہوجائے گا، تو یہ حدیث کو لے گا، جس کی طرف ائمہ نے اشارہ کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب حدیث صحیح ہو، تو وہی میرا مذہب ہے، اور جب تم میرے کلام کو حدیث کے مخالف پاؤ، تو تم حدیث پر عمل کرو، اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو، اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کا کلام ماخوذ بھی ہوتا ہے، اور مردود بھی ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس کو میری دلیل کی معرفت حاصل نہ ہو، اس کے لیے میرے کلام پر فتویٰ دینا جائز نہیں، اور امام احمد نے فرمایا کہ تم میری تقلید نہ کرو، اور نہ امام مالک وغیرہ کی تقلید کرو، بلکہ تم اسی طرح سے شرعی احکام کو لو، جس طرح سے ان حضرات نے کتاب وسنت سے لیا ہے (عقدالجید)

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک مذہبِ معین کا التزام، واجب نہیں، اور ان کے نزدیک کسی مذہب کے سہل پہلو پر عمل کرنا جائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی تالیف ''عقدُ الجید'' میں ہی فرماتے ہیں:

اعلم أن العامی الصرف لیس لہ مذهب وإنما مذهبه فتوى المفتی......وقد علم من هذا أن مذهب العامی فتوى مفتيه وفيه أيضا فی باب قضاء الفوائت عند قوله ويسقط لضيق الوقت والنسيان إن كان عاميا ليس له مذهب معين فمذهبه فتوى مفتيه كما صرحوا به فإن أفتى

www.idaraghufran.org

حنفي أعاد العصر والمغرب وإن أفتاه شافعي فلا يعيدهما ولا عبرة برأيه ،وإن لم يستفت أحدا وصادف الصحة على مذهب مجتهد أجزأه ولا إعادة عليه انتهى .

وفي شرح منهاج البيضاوي لابن إمام الكاملية فإذا وقعت لعامي حادثة فاستفتى فيها مجتهدا وعمل فيها بفتوى ذلك المجتهد فليس له الرجوع عنه إلى فتوى غيره في تلك الحادثة بعينها بالإجماع كما نقله ابن الحاجب وغيره وفي جمع الجوامع الخلاف فيه وإن كان قبل العمل فقال النووي المختار ما نقله الخطيب وغيره أنه إن لم يكن هنالك مفت آخر لزمه بمجرد فتواه إن لم تسكن نفسه وإن كان هناك آخر لم يلزمه بمجرد إفتائه إذ له أن يسأل غيره وحينئذ فقد يخالفه فيجيء فيه الخلاف في اختلاف المفتين أما إذا وقعت له حادثة غير ذلك فالأصح أنه يجوز له أن يستفتي فيها غير من استفتاه في الحادثة السابقة وقطع الكيا الهراسي بأنه يجب على العامي أن يلزم مذهبا معينا واختار في جمع الجوامع أنه يجب ذلك ولا يفعله لمجرد التشهي بل يختار مذهبا يقلده في كل شيء يعتقده أرجح أو مساويا لغيره لا مرجوحا وقال النووي الذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التمذهب بمذهب بل يستفتي من شاء لكن من غير تلقط للرخص ولعل من منعه لم يثق بعدم تلقطه وإذا التزم مذهبا معينا فيجوز له الخروج عنه على الأصح.وفي كتاب الزبد لابن رسلان:

والشافعي ومالك والنعمان وأحمد بن حنبل وسفيان
وغيرهم من سائر الأئمة على هدى والإختلاف رحمه

وفي شرحه غاية البيان لو اختلف جواب مجتهدين متساويين فالأصح

أن لـلـمقلد أن يتخير بقول من شاء منهما وقد مر ما فى التحفة فى هذه الـمسـألة ،وهذا الذى ذكرناه من الأمرين هو الذى مشى عليه جماهير الـعـلـمـاء مـن الآخـذيـن بـالمذاهب الأربعة ووصى به أئمة المذاهب أصحابهم (عقد الجيد فى أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۳۰، ۳۱، فصل فى العامى)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جومحض عامی ہوتا ہے،اس کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، بس اس کا مذہب تو مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے......

اوراس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ عامی کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے،اوراس (محیط)ہی میں ’’قضاءِفوائت‘‘ کے باب میں ’’اس کےقول اوروقت کی تنگی اورنسیان کی وجہ سے ساقط ہوجائے گی‘‘ کےقریب میں ہے کہ اگر عامی ہو،جس کا کوئی مذہب معین نہیں،تو اس کا مذہب اس کے مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے،جیسا کہ فقہاء نے صراحت کی ہے،پھراگراس نے حنفی سے فتویٰ لیا،تو عصراور مغرب کا اعادہ کرے گا،اوراگر شافعی سے فتویٰ لیا،تو اعادہ نہیں کرے گا،اوراس عامی کی اپنی رائے کا اعتبار نہیں ہوگا،اوراگر کسی سے فتویٰ نہیں لیا،لیکن کسی مجتہد کے مذہب کے مطابق نماز صحیح ہوگئی،تو بھی اس کی نماز درست ہوجائے گی،اوراس پراعادہ واجب نہیں ہوگا،بحرکا کلام ختم ہوا۔

اورابنِ امام کلیہ کی **منهاج البيضاوى** کی شرح میں ہے کہ جب عامی شخص کوکوئی مسئلہ پیش آیا،اوراس نے کسی مجتہد سے فتویٰ لے کرعمل کرلیا،تو اس کو بالاجماع اس واقعہ میں دوسرے فتویٰ کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں،جیسا کہ ابنُ الحاجب وغیرہ نے یہ بات نقل کی ہے،اورجمعُ الجوامع میں اس بارے میں اختلاف منقول ہے(یعنی **جـــمـــع الـجوامع** میں ایک قول رجوع کرنے کا بھی ہے)اوراگرایک مفتی سے فتویٰ لینے کے بعد عمل کرنے سے پہلے اس سے رجوع کرنا چاہے،اورکسی دوسرے مفتی کے فتویٰ پرعمل کرنا چاہے،تو نووی کہتے ہیں کہ مختار وہ ہے،جس کوخطیب وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہاں دوسرا کوئی مفتی موجود نہ ہو،تو اس کوصرف اسی کے فتویٰ پرعمل لازم ہوگا،اگر چہ اس

کا نفس مطمئن نہ ہو، اور اگر وہاں دوسرا مفتی موجود ہو، تو اس کو پہلے مفتی سے صرف فتویٰ لینے کی وجہ سے عمل لازم نہیں ہوگا، بلکہ اس کو جائز ہوگا کہ وہ دوسرے سے سوال کرے، اور اس صورت میں کبھی وہ اس کی مخالفت بھی کرے گا، تو اس حکم میں اختلاف دو مفتیوں کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوگا، اور اگر اس پہلے واقعہ کے علاوہ کوئی دوسرا واقعہ پیش آیا، تو اصح یہ ہے کہ اس کو اس مسئلہ میں اس کے علاوہ سے فتویٰ لینا جائز ہے، جس سے اس نے پہلے مسئلہ میں فتویٰ لیا تھا، اور ''الکیاالھراسی'' نے اس پر یقین ظاہر کیا ہے کہ عامی پر مذہبِ معین کا التزام واجب ہے، جمع الجوامع میں بھی اس بات کو اختیار کیا ہے کہ اس پر مذہبِ معین کا التزام لازم ہے، لیکن یہ التزام صرف خواہش پرستی کی بنیاد پر نہ ہو، بلکہ ایک مذہب کی تقلید کر کے ہر چیز میں اس کو دوسرے کے مقابلہ میں راجح، یا مساوی ہونے کا اعتقاد رکھے، مرجوح ہونے کا اعتقاد نہ رکھے، مگر نووی نے فرمایا کہ دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کسی مذہب کا التزام لازم نہیں، بلکہ وہ جس سے چاہے فتویٰ لے، لیکن رخصتوں کو تلاش نہ کرے، اور شاید جس نے اس سے منع کیا ہے، اس نے رخصتوں کو تلاش نہ کرنے پر اعتماد نہیں کیا، اور جب اس نے کسی معین مذہب کا التزام کرلیا، تو اس کو اصح قول کے مطابق اس سے خروج جائز ہے۔ اور ابنِ ارسال کی ''کتابُ الزبد''میں یہ دو شعر مذکور ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک اور نعمان (یعنی امام ابوحنیفہ) اور امام احمد بن حنبل اور سفیان اور دوسرے تمام ائمہ ہدایت پر ہیں، اور ان کا اختلاف رحمت ہے، اور اس کی شرح ''غایۃُ البیان ''میں ہے کہ اگر دو مساوی مجتہدین کا جواب مختلف ہوجائے، تو اصح یہ ہے کہ مقلد کو ان میں سے جس کا چاہے قول اختیار کرلینا جائز ہے، اس مسئلہ میں ''تحفہ'' کی عبارت کی عبارت گزر چکی ہے، اور ہم نے جو کچھ دونوں باتیں (افراط وتفریط کے مابین) ذکر کیں، مذاہبِ اربعہ کو اختیار کرنے والے تمام جمہور علماء اسی پر چلے ہیں، اور ائمۂ مذاہب نے اپنے اصحاب کو اسی کی وصیت کی ہے (عقدالجید)

اس سے معلوم ہوا کہ مذہبِ معین کے عدمِ التزام کا مسئلہ عندالجمھور متفق علیہ درجہ کی چیز ہے۔
پھر اس کے کچھ بعد آگے چل کر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ثـم نـقـل عـن جـمـاعة عظيمة من علماء المذاهب أنهم كانوا يعملون ويـفـتـون بـالـمـذاهـب مـن غيـر التـزام مذهب معين من زمن أصحاب الـمـذاهـب إلـى زمـانـه عـلى وجه يقتضى كلامه أن ذلك أمر لم يزل الـعـلماء عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة المتفق عليه فصار سبيل الـمسلمين الذى لا يصح خلافه ولا حاجة بنا بعد ما ذكره وبسطه إلى نقل الأقاويل(عقد الجيد فى أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ٣٢، فصل فى العامى)

ترجمہ: پھر عبدالوہاب شعرانی نے علمائے مذہب کی ایک عظیم جماعت سے نقل کیا ہے کہ لوگ اصحابِ مذاہب کے زمانہ سے اُن کے زمانہ تک مذہبِ معین کا التزام کیے بغیر عمل بھی کیا کرتے تھے، اورفتویٰ بھی دیا کرتے تھے، ان کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ یہ ایسا امر ہے کہ پہلے اور بعد کے علماء اسی پر عمل پیرا رہے، یہاں تک کہ یہ متفق علیہ چیز کے درجہ میں ہوگیا، اور مسلمانوں کا وہ راستہ ہوگیا کہ جس کے خلاف صحیح نہیں ہوسکتا، اور ہمیں ان کے ذکر اور تفصیل بیان کرنے کے بعد اس سلسلہ میں مختلف حضرات کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے(عقدالجید)

پھر اسی فصل میں آگے چل کر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ثـم حقيقة الإنتقال إنما تتحقق فى حكم مسألة خاصة قلد فيه وعمل به وإلا فـقـولـه قـلـدت أبـا حنيفة فيما أفتى به من المسائل مثلا والتزمت الـعـمـل به على الإجمال وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة التقليد بل هذا حقيقة تعليق التقليد أو وعد به كأنه التزم أن يعمل بقول أبى حنيفة فيـمـا يقع له من المسائل التى تتعين فى الوقائع فإن أرادوا هذا الالتزام فـلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بإلزامه نفسه ذلك قولا

أو نية شرعا بل بالدليل واقتضاء العمل بقول المجتهد فيما احتاج إليه بقوله تعالى (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون) والسؤال إنما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة وحينئذ إذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله به والغالب أن مثل هذه إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص وإلا أخذ العامي في كل مسألة بقول مجتهد اخف عليه وأنا لا أدرى ما يمنع هذا من النقل والعقل فكون الإنسان متتبعا ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد يسوغ له الإجتهاد ما علمت من الشرع مذمة عليه وكان صلى الله عليه وسلم يحب ما خفف عن أمته والله سبحانه أعلم بالصواب (عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ٣٦، فصل في العامي)

ترجمہ: پھر کسی مذہب سے منتقل ہونے کی حقیقت خاص مسئلہ کے حکم میں ہی پائی جاتی ہے، جس میں اس نے تقلید کر لی ہو اور عمل کر لیا ہو، ورنہ اس کا یہ کہنا کہ میں امام ابوحنیفہ کی ان مسائل میں تقلید کرتا ہوں، جس میں انہوں نے فتویٰ دیا ہے، اور میں نے اجمالاً ان کے فتوے پر عمل کو لازم کر لیا ہے، حالانکہ یہ شخص مسائل کی صورتوں کو بھی نہیں جانتا، تو یہ حقیقت میں تقلید نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقت میں تقلید کو معلق کرنا ہے، یا اس کا وعدہ کرنا ہے، گویا کہ اس نے یہ التزام کر لیا ہے کہ جو مسائل متعین واقعات میں اس کو پیش آئیں گے، وہ امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرے گا۔ پس اگر علماء کی (مذہبِ معین کے التزام سے) مراد یہی التزام ہے، تو معین مجتہد کی اتباع پر کوئی دلیل نہیں، جس سے قولاً، یا نیۃً مقلد اس کو شرعی طریقہ پر اپنے اوپر لازم کرے، بلکہ دلیل اور جن مسائل میں ضرورت ہو، ان میں مجتہد کے قول کے اقتضائے عمل میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ”تم اہلِ علم سے سوال کرو اگر تمہیں علم نہیں“ اور سوال اسی وقت ہوگا، جب کسی معین واقعہ میں حکم کی ضرورت ہو، اور اس صورت میں جب اس کے نزدیک مجتہد کا قول ثابت ہو جائے گا، تو

اس پر عمل واجب ہو جائے گا، اور غالب یہ ہے کہ فقہاء کی جانب سے یہ شرائط لوگوں کو رخصتوں کی تلاش سے روکنے کے لیے ہیں، ورنہ ہر مسئلہ میں عامی کو کسی بھی مجتہد کا وہ قول لے لینا جائز ہے، جو اس پر زیادہ اخف ہو، اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کو نقل اور عقل منع کرتی ہو، کیونکہ انسان اسی کی اتباع کرنے والا ہوتا ہے، جو اس کے نفس پر کسی بھی ایسے مجتہد کے قول کی رو سے زیادہ اخف ہو، جس کو اجتہاد کا مقام حاصل ہو، مجھے شریعت کی طرف سے اس پر کوئی مذمت معلوم نہیں ہوتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر خفیف چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے، **واللّٰہ سبحانہٗ أعلم بالصواب** (عقد الجید)

معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کا موقف بھی علامہ ابنِ ہمام، علامہ ابنِ نجیم، اور دیگر محققینِ حنفیہ اور جمہور کے مطابق ہے۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہلُ السنۃ کا موقف

(قسط 2)

علامہ ابنِ تیمیہ کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر اپنے موقف کو واضح طور پر بیان کیا ہے، اور اس پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

فقلت قولي من غير تكييف ولا تمثيل ينفي كل باطل؛ وإنما اخترت هذين الاسمين :لأن التكييف مأثور نفيه عن السلف كما قال ربيعة ومالك وابن عيينة وغيرهم المقالة -التي تلقاها العلماء بالقبول - الاستواء معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة فاتفق هؤلاء السلف على أن الكيف غير معلوم لنا فنفيت ذلك اتباعا لسلف الأمة .وهو أيضا منفي بالنص .فإن تأويل آيات الصفات يدخل فيها حقيقة الموصوف وحقيقة صفاته غير معلومة وهذا من التأويل الذى لا يعلمه إلا الله كما قررت ذلك فى قاعدة مفردة ذكرتها فى "التأويل والمعنى "والفرق بين علمنا بمعنى الكلام وبين علمنا بتأويله .

وكذلك التمثيل منفي بالنص والإجماع القديم مع دلالة العقل على نفيه ونفي التكييف؛ إذ كنه البارى غير معلوم للبشر .وذكرت في

ضــمــن ذلــک کــلام الــخــطــابی الذی نقل أنه مذهب السلف :وهو " إجـراء آيات الصفات وأحاديثها على ظاهرها مع نفى الكيفية والتشبيه عـنهـا؛ إذ الـكـلام فى الصفات فرع الكلام فى الذات :يحتذى حذوه ويتبـع فيـه مثـالـه فإذا كان إثبات الذات إثبات وجود لا إثبات تكييف؛ فكذلک إثبات الصفات إثبات وجود لا إثبات تكييف ."

فـقـال أحـد كبـراء الـمـخـالـفيـن فـحينئذ يجوز أن يقال هو جسم؛ لا كالأجسام .فـقلت له أنا وبعض الفضلاء إنما قيل :إنه يوصف الله بما وصف بـه نفسه وبما وصفه به رسوله وليس فى الكتاب والسنة أن الله جسم حتى يلزم هذا .

وأول من قال إن الله جسم :هشام بن الحكم الرافضى .

وأمـا قولنا :فهـم الـوسـط فـى فرق الأمة كما أن الأمة هى الوسط فى الأمم .فهـم وسط فى باب صفات الله بين أهل التعطيل الجهمية وأهل التمثيل المشبهة (مـجـمـوع الفتاوى،لا بن تيمية ،ج۳،ص۱۹۵ و۱۹۶ ،مناظرة فى العقيدة الوسطية)

ترجمہ: میں نے کہا کہ (اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق) تکییف اور تمثیل کے بغیر میرا قول ہر باطل کی نفی کرتا ہے، اور میں نے ان دونوں ناموں (یعنی تکییف اور تمثیل کی نفی) کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ تکییف کی نفی سلف سے منقول ہے، جیسا کہ ربیعہ اور مالک اور ابنِ عیینہ وغیرہ کا مقولہ مشہور ہے، جس کو علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہے کہ استواء معلوم ہے، اور اس کی کیفیت مجہول ہے، اور اس استواء پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، پس یہ سلف حضرات اس بات پر متفق ہو گئے کہ کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے، تو میں نے سلف امت کی اتباع کرتے ہوئے اس کیفیت کی نفی کی، اور اس کی نفی نص سے بھی ثابت ہے، کیونکہ آیاتِ

www.idaraghufran.org

صفات کی تاویل میں موصوف کی حقیقت بھی داخل ہے، اور اس کی صفات کی حقیقت معلوم نہیں، اور اس تاویل کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جس کی تقریر میں نے ایک مستقل قاعدے میں کردی ہے، جس کو میں نے ''**التاویل والمعنیٰ** ''میں ذکر کردیا ہے، جہاں ہمارے علم کے درمیان کلام کے معنیٰ کے اعتبار سے فرق اور اس کی ہمارے علم کے مطابق تاویل کے مابین فرق کا بھی ذکر کردیا گیا ہے۔

اور اسی طرح سے تمثیل کی نفی بھی نص اور اجماعِ قدیم سے ثابت ہے، اسی کے ساتھ اس کی نفی پر اور کیفیت کی نفی پر، عقل کی دلالت بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ باری تعالیٰ کی ''**کنہ**'' بشر کو معلوم نہیں، اور میں نے اس کے ضمن میں خطابی کے کلام کو ذکر کردیا ہے، جس میں انہوں نے اس کا سلف کا مذہب ہونا نقل کیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آیاتِ صفات اور احادیثِ صفات کو اپنے ظاہر پر باقی رکھا جائے، اور کیفیت اور تشبیہ کی اُن صفات سے نفی کی جائے، کیونکہ صفات میں کلام، ذات میں کلام کی فرع ہے، جو اُس کے عین مطابق ہے، اور اس کی مثال اس کے تابع ہے، تو جب ذات کا اثبات ''وجود کا اثبات'' ہے ''کیفیت کا اثبات'' نہیں ہے، تو اسی طریقے سے ''صفات کا اثبات'' بھی ''وجود کا اثبات'' ہوگا ''کیفیت'' کا اثبات نہیں ہوگا۔

بعض متکبر مخالفین نے (میری اس بات پر اعتراض کرتے ہوئے) کہا کہ ایسی صورت میں تو اللہ تعالیٰ کو ایسا جسم کہنا ممکن ہوگا، جو دوسرے اجسام کی طرح نہ ہو، تو میں نے اور بعض فضلاء نے اس کے جواب میں کہا کہ ہماری طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اللہ کو ان چیزوں کے ساتھ متصف کیا جائے گا، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو متصف کیا ہے، یا اس کے رسول نے متصف کیا ہے، اور کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ میں اللہ کے جسم ہونے کا کوئی ذکر نہیں، پھر جسم ہونا کیسے لازم آئے گا۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے جسم قرار دیا، ان میں پہلا شخص ''ہشام بن حکم رافضی'' ہے۔

جہاں تک ہمارے قول کا تعلق ہے، تو وہ امت کے مختلف فرقوں کے مقابلے میں معتدل

قول ہے، جیسا کہ یہ امت بھی دوسری امتوں کے مقابلے میں معتدل امت ہے، پس ہمارے جمہور اہل السنۃ حضرات، اللہ تعالیٰ کی صفات کے باب میں معتدل ہیں، اہلِ تعطیل جھمیہ، اوراہلِ تمثیل مشبھۃ کے مقابلے میں (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اور مقام پر بھی، مفصل ومدلل انداز میں اسی موقف کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ولما سئل "مالک بن أنس - "رحمه الله تعالى -فقيل له :يا أبا عبد الله (الرحمن على العرش استوى) كيف استوى؟ فأطرق مالک وعلاه الرحضاء -يعني العرق -وانتظر القوم ما يجيء منه فيه .فرفع رأسه إلى السائل وقال " :الاستواء غير مجهول والكيف غير معقول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة وأحسبک رجل سوء ."وأمر به فأخرج .

ومن أول الاستواء بالاستيلاء فقد أجاب بغير ما أجاب به مالک وسلک غير سبيله .

وهذا الجواب من مالک -رحمه الله -في الاستواء شاف كاف في جميع الصفات .مثل النزول والمجيء واليد والوجه وغيرها .فيقال في مثل النزول :النزول معلوم والكيف مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة .وهكذا يقال في سائر الصفات إذ هي بمثابة الاستواء الوارد به الكتاب والسنة.

وثبت عن محمد بن الحسن -صاحب أبي حنيفة -أنه قال " :اتفق الفقهاء كلهم من الشرق والغرب :على الإيمان بالقرآن والأحاديث

التى جاء بها الثقات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى صفة الرب عز وجل من غير تفسير ولا وصف ولا تشبيه فمن فسر شيئا من ذلك فقد خرج مما كان عليه النبى صلى الله عليه وسلم وفارق الجماعة .فإنهم لم يصفوا ولم يفسروا ولكن آمنوا بما فى الكتاب والسنة ثم سكتوا .فمن قال بقول جهم فقد فارق الجماعة "انتهى .

فانظر -رحمك الله -إلى هذا الإمام كيف حكى الإجماع فى هذه المسألة ولا خير فيما خرج عن إجماعهم .ولو لزم التجسيم من السكوت عن تأويلها لفروا منه .وأولوا ذلك؛ فإنهم أعرف الأمة بما يجوز على الله وما يمتنع عليه .

وثبت عن إسماعيل بن عبد الرحمن الصابونى أنه قال " :إن أصحاب الحديث المتمسكين بالكتاب والسنة يعرفون ربهم -تبارك وتعالى -بصفاته التى نطق بها كتابه وتنزيله وشهد له بها رسوله؛ على ما وردت به الأخبار الصحاح ونقله العدول الثقات .ولا يعتقدون تشبيها لصفاته بصفات خلقه ولا يكيفونها تكييف المشبه ولا يحرفون الكلم عن مواضعه تحريف المعتزلة والجهمية .وقد أعاذ الله "أهل السنة " من التحريف والتكييف ومن عليهم بالتفهيم والتعريف حتى سلكوا سبيل التوحيد والتنزيه وتركوا القول بالتعطيل والتشبيه واكتفوا بنفى النقائص بقوله عز من قائل :(ليس كمثله شىء وهو السميع البصير) وبقوله تعالى :(ولم يكن له كفوا أحد) ."

وقال سعيد بن جبير " :ما لم يعرفه البدريون فليس من الدين ."

وثبت عن الربيع بن سليمان أنه قال :سألت الشافعى -رحمه الله تعالى عن صفات الله تعالى؟ فقال " :حرام على العقول أن تمثل الله

www.idaraghufran.org

تعالى؛ وعلى الأوهام أن تحده وعلى الظنون أن تقطع؛ وعلى النفوس أن تفكر؛ وعلى الضمائر أن تعمق وعلى الخواطر أن تحيط وعلى العقول أن تعقل إلا ما وصف به نفسه أو على لسان نبيه "عليه الصلاة والسلام .

وثبت عن الحسن البصرى أنه قال " :لقد تكلم مطرف على هذه الأعواد بكلام ما قيل قبله ولا يقال بعده .قالوا :وما هو يا أبا سعيد؟ قال " :الحمد لله الذى من الإيمان به :الجهل بغير ما وصف به نفسه وقال سحنون "من العلم بالله السكوت عن غير ما وصف به نفسه ." وثبت عن الحميدى أبى بكر عبد الله بن الزبير -أنه قال " :أصول السنة - "فذكر أشياء -ثم قال :وما نطق به القرآن والحديث مثل: (وقالت اليهود يد الله مغلولة غلت أيديهم) ومثل :(والسماوات مطويات بيمينه) وما أشبه هذا من القرآن والحديث لا نزيد فيه ولا نفسره ونقف على ما وقف عليه القرآن والسنة ونقول :(الرحمن على العرش استوى) ومن زعم غير هذا فهو جهمى ."

فمذهب السلف رضوان الله عليهم إثبات الصفات وإجراؤها على ظاهرها ونفى الكيفية عنها .لأن الكلام فى الصفات فرع عن الكلام فى الذات وإثبات الذات إثبات وجود؛ لا إثبات كيفية فكذلك إثبات الصفات .وعلى هذا مضى السلف كلهم، ولو ذهبنا نذكر ما اطلعنا عليه من كلام السلف فى ذلك لخرجنا عن المقصود فى هذا الجواب .فمن كان قصده الحق وإظهار الصواب اكتفى بما قدمناه ومن كان قصده الجدال والقيل والقال والمكابرة لم يزده التطويل إلا خروجا عن سواء السبيل والله الموفق.

www.idaraghufran.org

وقد ثبت ما ادعيناه من مذهب السلف رضوان الله عليهم بما نقلناه جملة عنهم وتفصيلا واعتراف العلماء من أهل النقل كلهم بذلک . ولم أعلم عن أحد منهم خلافا فی هذه المسألة بل لقد بلغنی عمن ذهب إلی التأويل لهذه الآيات والأخبار من أكابرهم :الاعتراف بأن مذهب السلف فيها ما قلناه .ورأيته لبعض شيوخهم فی كتابه قال ": اختلف أصحابنا فی أخبار الصفات فمنهم من أمرها كما جاء ت من غير تفسير ولا تأويل مع نفی التشبيه عنها .وهو مذهب السلف " فحصل الإجماع علی صحة ما ذكرناه بقول المنازع والحمد لله(مجموع الفتاوی،لا بن تیمیة ، ج۴، ص ۴،الیٰ ص۷، کتاب مفصل الاعتقاد)

ترجمہ: اور جب امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا، ان سے کہا گیا کہ اے ابوعبداللہ ''الرحمٰن علی العرش استویٰ''میں اللہ تعالیٰ کا استواء کیسا ہے؟ تو امام مالک نے سر جھکا لیا، یہاں تک کہ آپ کے رخسار پر پسینہ بہہ پڑا، اور لوگ انتظار کرنے لگے کہ امام مالک کیا جواب دیتے ہیں، پھر آپ نے سائل کی طرف سر اٹھایا، اور فرمایا کہ استواء غیر مجہول (یعنی معلوم) ہے، اور کیفیت سمجھ سے بالاتر ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور میں تجھے صرف برا شخص خیال کرتا ہوں، پھر آپ نے اس شخص کو وہاں سے نکالنے کا حکم فرمایا۔

اور جس نے استواء کی تاویل ''استیلاء'' کے ساتھ کی، تو اس نے، امام مالک کے علاوہ دوسرا جواب دیا ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کا استواء کے متعلق یہ جواب تمام صفات میں کافی شافی ہے، جیسے صفتِ نزول، اور مجیئ، اور صفتِ ید، اور صفتِ وجہ وغیرہ کے بارے میں، پس مثلاً نزول کے بارے میں کہا جائے گا کہ نزول معلوم ہے، اور اس کی کیفیت مجہول ہے، جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، اور اسی طرح

تمام صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کہا جائے گا، کیونکہ یہ صفات بھی استواء کی طرح کتاب وسنت میں وارد ہوئی ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ کے صاحب محمد بن حسن سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید اور ان احادیث پر ایمان لانا واجب ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں، رب عزوجل کی صفت کے بارے میں، بغیر تفسیر کے، اور بغیر وصف کے، اور بغیر تشبیہ کے، پس جس نے ان کی تفسیر کی، تو وہ اس طریقے سے خارج ہوگیا، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور جماعتِ حق سے بھی جدا ہوگیا، کیونکہ اہلِ حق نے نہ تو اس کا وصف بیان کیا، اور نہ تفسیر کی، بلکہ وہ کتاب وسنت پر ایمان لائے، پھر سکوت اختیار کیا، پس جس نے جہمیہ کا قول کیا، تو وہ اہلِ حق کی جماعت سے جدا ہوگیا، امام محمد کا کلام ختم ہوا۔

پس آپ پر اللہ رحم کرے، اس امام کو دیکھ لیجیے، انہوں نے اس مسئلے میں کیسے اجماع کو نقل کیا ہے، اور ان کے اجماع سے جو نکل جائے، اس میں کوئی خیر نہیں، اور اگر اس کی تاویل سے سکوت اختیار کرنے میں تجسیم لازم آتی، تو یہ حضرات اس سے راہِ فرار اختیار کرتے، کیونکہ یہ حضرات امت میں اس بات کو زیادہ جانتے ہیں کہ اللہ کی شان میں کیا بات جائز ہے، اور کیا بات ممنوع ہے۔

اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی کا یہ قول منقول ہے کہ اصحابُ الحدیث، کتاب وسنت سے دلیل پکڑتے ہیں، وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو ان صفات کے ذریعے سے پہچانتے ہیں، جو اس کی کتاب میں وارد ہوئی ہیں، اور اس نے نازل کی ہیں، اور جن کی اس کے رسول نے شہادت دی ہے، صحیح احادیث کے مطابق، جن کو عادل، ثقہ حضرات نے نقل کیا ہے، اور یہ حضرات اللہ کی صفات کو اس کی مخلوق کی صفات کے ساتھ تشبیہ دینے کا اعتقاد نہیں رکھتے، اور نہ مشبہ فرقے کی طرح کسی کیفیت کے ساتھ مقید کرتے،

www.idaraghufran.org

اور نہ معتزلہ اور جہمیہ کی تحریف کی طرح کلمات کو اپنے مقامات سے ہٹاتے ہیں، اللہ نے اہلُ السنۃ کو تحریف اور تکییف سے محفوظ رکھا ہے، اور ان پر (بلا کیف وتمثیل اور تحریف کے) تفہیم اور تعریف کا احسان فرمایا ہے، یہاں تک کہ وہ توحید وتنزیہہ کے راستے پر چلے ہیں، اور تعطیل اور تشبیہ کے قول کو انہوں نے ترک کردیا ہے، ان حضرات نے اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے نقائص کی نفی کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اللہ عزوجل کے اس رشاد کی وجہ سے کہ ''لیس کمثلہٖ شیئ، وھو السمیع البصیر ''اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ'' ولم یکن لہ کفواً احد''

اور سعید بن جبیر کا ارشاد ہے کہ جن چیزوں کو بدری صحابۂ کرام نہیں پہچانتے، وہ چیز دین سے تعلق نہیں رکھتی۔

اور ربیع بن سلیمان سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ عقلوں پر یہ بات حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمثیل بیان کریں، اور اوہام پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حد بندی کریں، اور گمانوں پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقطیع کریں، اور نفسوں پر یہ بات حرام ہے کہ وہ تفکر کریں، اور ضمیروں پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ تعمق کریں، اور خواطر پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ اللہ کا احاطہ کریں، اور عقلوں پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ عقل کو استعمال کریں، سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنی ذات کی جو صفت بیان کی ہے، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو بات بیان کرائی ہے(اسی پر کسی کھود کرید کے بغیر ایمان لائیں)

اور حسن بصری سے روایت ہے کہ مطرف نے اس منبر پر ایسا کلام کیا، جو اس سے پہلے نہیں کیا گیا، اور نہ ہی اس کے بعد کیا جانا چاہیے، لوگوں نے کہا کہ اے ابوسعید! وہ کون سا کلام ہے؟ تو حسن بصری نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس پر ایمان لانا ضروری ہے، اور اس چیز سے جاہل رہنا ضروری ہے، جس چیز سے اللہ نے

اپنے آپ کو متصف نہیں کیا۔

اور سحنون نے فرمایا کہ جس چیز سے اللہ نے اپنے آپ کو متصف نہیں کیا، اس سے سکوت رکھنا ہی، اللہ تعالیٰ کا علم ہونے کی نشانی ہے۔

اور ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت کے اصول یہ ہیں، پھر انہوں نے چند چیزوں کو ذکر کیا، اور فرمایا کہ جس چیز کا قرآن اور حدیث نے کلام کیا ہے، مثلاً ’’وقالت الیھود ید اللّٰہ مغلولۃ غلت أیدیھم ‘‘اور مثلاً ’’والسماوات مطویات بیمینہ ‘‘اور اس کے مثل جو باتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں، ہم ان میں زیادتی نہیں کرتے، اور نہ ان کی تفسیر کرتے، اور ہم اسی چیز پر توقف اختیار کرتے ہیں، جس چیز پر قرآن وسنت نے توقف اختیار کیا، اور ہم کہتے ہیں کہ ’’الرحمٰن علی العرش استویٰ‘‘ اور جو اس کے علاوہ کسی اور چیز کا عقیدہ رکھے، تو وہ جھمی ہے۔

پس سلف رحمہم اللہ کا مذہب، صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات اور ان کو اپنے ظاہر پر باقی رکھنے کا ہے، جس میں کیفیات کی نفی ہوگی، کیونکہ صفات کے متعلق کلام، دراصل ذات کے متعلق کلام کی فرع ہے، اور ذات کا اثبات، درحقیقت وجود کا اثبات ہے، نہ کہ کیفیت کا اثبات، پس یہی صورتِ حال، صفات کے اثبات میں بھی ہوگی، اور اسی موقف پر تمام سلف قائم رہے ہیں، اور اگر ہم اس سلسلے میں سلف کے مطلع شدہ کلام کو ذکر کرنے لگ جائیں، تو ہم اس جواب میں مقصود سے باہر نکل جائیں گے، پس جس کا ارادہ حق اور صواب کے اظہار کا ہو، تو ہم نے جو چیز ذکر کی، وہ اس کے لیے کافی ہے، اور جس کا ارادہ، جدال اور قیل وقال اور مکابرہ کا ہو، تو اس کے لیے تطویل، سیدھے راستے سے نکلنے کو ہی زیادہ کرے گی، واللّٰہ الموفق۔

اور ہم نے جو سلف رحمہم اللہ کی نقل کے متعلق دعویٰ کیا، خواہ اجمالی طور پر، یا تفصیلی طور پر، تو وہ ثابت ہے، اور تمام اہلِ نقل سے علماء نے اس کا اعتراف کیا ہے، اور میرے علم میں

سلف میں سے کسی سے بھی اس مسئلے میں اختلاف ثابت نہیں، بلکہ مجھ تک ان اکابر کے بارے میں جو اِن آیات اوراحادیث کی تاویل کی طرف گئے ہیں، یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس سلسلے میں سلف کا مذہب وہی ہے، جو ہم نے نقل کیا،اور میں نے ان کے بعض شیوخ کی کتاب میں یہ قول دیکھا کہ ہمارے اصحاب کا احادیثِ صفات کے متعلق اختلاف ہے، بعض حضرات نے تو ان کو جس طرح سے وہ آئی ہیں، اسی طرح اختیار کیا ہے، نہ تو کوئی تفسیر کی، اور نہ کوئی تاویل کی، البتہ ان صفات کی تشبیہ کی نفی کی ہے، اور سلف کا یہی مذہب ہے، پس ہم نے جو نزاع کرنے والے کے قول کا ذکر کیا، اس کی طرف سے بھی مذکورہ موقف کی صحت پر اجماع ثابت ہو گیا، و **الحمدللّٰہ** (مجموع الفتاویٰ)

(جاری ہے............)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 71 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ اول)

بنی اسرائیل کا اصلی وطن تو ملکِ شام تھا، یہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں مصر آئے تھے، اور یہاں آ کر رہنے لگے تھے، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون سے نجات عطاء فرمائی، اور انہوں نے اللہ کے حکم سے جب سمندر پار کیا، تو سمندر کو پار کر کے بنی اسرائیل نے جس سرزمین پر قدم رکھا، یہ عرب کی سرزمین تھی، اور شام کا علاقہ تھا، جو قلزم کے مشرق میں واقع ہے، یہ لق ودق بے آب وگیاہ میدان سے شروع ہوتا ہے، جو بیابانِ شور سین وادی سینا ''تیہ'' کے نام سے مشہور ہے، اور ''طور'' تک اس کا دامن وسیع ہے (قصص الانبیاء)

یہ میدان سرزمین فلسطین کے قریب تھا، اور ان کے آباء واجداد حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ تمہاری اولاد کو پھر اس سرزمین کا مالک بنائیں گے، اور وہ یہاں پھلے پھولے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ''ارضِ مقدس'' میں داخل ہوں، اور وہاں کے جابر وظالم حکمرانوں کو نکال کر، عدل وانصاف کی زندگی بسر کریں۔ [1]

یہ لوگ کئی سو سال کے بعد مصر سے واپس لوٹے تھے، ان کے پیچھے عمالقہ نے ان کے وطن پر قبضہ کر لیا تھا، یہ لوگ قومِ عاد سے تعلق رکھتے تھے، اور بڑے قد وقامت اور بڑے ڈیل ڈول والے اور قوت وطاقت والے تھے۔

بنی اسرائیل بڑی ذہین قوم تھی، ان میں نیک بھی تھے، بد بھی تھے، اس قوم میں پیغمبر ہوئے ہیں،

[1] والمقصود أن موسى عليه السلام، لما انفصل من بلاد مصر وواجه بلاد بيت المقدس وجد فيها قوما من الجبارين، من الحيثانيين والفزاريين والكنعانيين وغيرهم.
فأمرهم موسى عليه السلام بالدخول عليهم ومقاتلتهم، وإجلائهم إياهم عن بيت المقدس، فإن الله كتبه لهم، ووعدهم إياه على لسان إبراهيم الخليل، وموسى الكليم الجليل (قصص الانبياء لابنِ كثير، ج ۲، ص ۹۶)

www.idaraghufran.org

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا، یہ حضرت یعقوب کی نسل سے تھے، اور حضرت ہارون ان کے چھوٹے بھائی تھے، ان کو بھی بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا گیا تھا، چونکہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو ''عمالقہ'' سے جہاد کا حکم دینا تھا، اس لیے انہوں نے پیغمبرانہ اسلوب کے تحت بنی سرائیل کو اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتیں یاد دلانی شروع کی، پہلی نعمت یہ کہ تم ایسی قوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر انبیاء کو مبعوث فرمایا، بعض روایات کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ تک بنی اسرائیل میں ہزاروں پیغمبر مبعوث کیے گئے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ سب سے آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، جو کہ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ [1]

اور دوسری نعمت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین کا بادشاہ بنایا، بعض لوگوں کو نبی بھی بنایا، اور بادشاہ بھی، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ بھی تھے، اور پیغمبر بھی۔

اور تیسرے یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی نعمتیں عطاء فرمائی، جو اس زمانے میں کسی اور کو عطاء نہیں کی گئیں۔ [2]

---

[1] يقول تعالى مخبرا عن عبده ورسوله وكليمه موسى بن عمران عليه السلام فيما ذكر به قومه من نعم الله عليهم وآلائه لديهم في جمعه لهم خير الدنيا والآخرة: لو استقاموا على طريقتهم المستقيمة، فقال تعالى: وإذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا نعمت الله عليكم إذ جعل فيكم أنبياء أى كلما هلك نبى قام فيكم نبى من لدن أبيكم إبراهيم إلى من بعده، وكذلك كانوا لا يزال فيهم الأنبياء يدعون إلى الله ويحذرون نقمته حتى ختموا بعيسى ابن مريم عليه السلام، ثم أوحى الله إلى خاتم الأنبياء والرسل على الإطلاق محمد بن عبد الله المنسوب إلى إسماعيل بن إبراهيم عليه السلام، وهو أشرف من كل من تقدمه منهم صلى الله عليه وسلم(تفسير ابنِ كثير، ج۳ص۶۵، سورة المائدة)

[2] وقوله وآتاكم ما لم يؤت أحدا من العالمين يعنى عالمى زمانكم، فإنهم كانوا أشرف الناس فى زمانهم من اليونان والقبط وسائر أصناف بنى آدم، كما قال ''ولقد آتينا بنى إسرائيل الكتاب والحكم والنبوة ورزقناهم من الطيبات وفضلناهم على العالمين''وقال تعالى إخبارا عن موسى لما قالوا ''اجعل لنا إلها كما لهم آلهة قال إنكم قوم تجهلون إن هؤلاء متبر ما هم فيه وباطل ما كانوا يعملون قال أغير الله أبغيكم إلها وهو فضلكم على العالمين''والمقصود أنهم كانوا أفضل زمانهم، وإلا فهذه الأمة أشرف منهم، وأفضل عند الله، وأكمل شريعة، وأقوم منهاجا، وأكرم نبيا، وأعظم ملكا، وأغزر أرزاقا، وأكثر أموالا وأولادا، وأوسع مملكة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٢٠)

یعنی ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو، جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے کہ اس نے تم میں نبی پیدا کیے، تمہیں حکمران بنایا، اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو تم سے پہلے دنیا جہان کے کسی فرد کو عطا نہیں کیا''۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ بنی اسرائیل کے لیے مقدر فرمادیا تھا کہ یہ سرزمین بنی اسرائیل کو ملے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اول تو ان کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں، اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر بڑی بڑی مہربانیاں ہیں، اور آئندہ زمانہ میں بھی تم میں کثرت کے ساتھ نبی ہوں گے، اور تم میں بہت سے بادشاہ ہوں گے، اس نعمت کے رکھ رکھاؤ کے لیے اپنی جگہ ہونی چاہیے، جس میں انبیائے کرام علیہم السلام آزادی کے ساتھ تبلیغ کرسکیں، اور احکامِ الٰہیہ پہنچا سکیں، اور جس میں تمہارے بادشاہ اپنے اقتدار کو کام میں لاسکیں اور معاملات کو نمٹا سکیں، اب تک تم قبطی (مصری قوم) کے ماتحت تھے، جنہوں نے تمہیں غلام بنا رکھا تھا اب تم اپنے وطن میں داخل ہوجاؤ، یہ مقدس سرزمین تمہارے لیے اللہ نے مقدر فرمادی ہے، تم پشت پھر کر واپس نہ ہو آگے بڑھو، اور جنگ کرو، جن لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے، وہ وہاں سے نکل جائیں گے، ہمت کرو، اور حوصلہ سے کام لو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأدوم عزا .قال الله تعالى ”وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس “وقد ذكرنا الأحاديث المتواترة فى فضل هذه الأمة وشرفها وكرمها عند الله عند قوله تعالى:”كنتم خير أمة أخرجت للناس “من سورة آل عمران (تفسير ابنِ كثير، ج٣ص ٦٦، سورة المائدة)

[1] ثم قال تعالى مخبرا عن تحريض موسى عليه السلام لبنى إسرائيل على الجهاد والدخول إلى بيت المقدس الذى كان بأيديهم فى زمان أبيهم يعقوب، لما ارتحل هو وبنوه وأهله إلى بلاد مصر أيام يوسف عليه السلام، ثم لم يزالوا بها حتى خرجوا مع موسى، فوجدوا فيها قوما من العمالقة الجبارين قد استحوذوا عليها وتملكوها، فأمرهم رسول الله موسى عليه السلام بالدخول إليها وبقتال أعدائهم وبشرهم بالنصرة والظفر عليهم، فنكلوا وعصوا وخالفوا أمره، فعوقبوا بالذهاب فى التيه والتمادى فى سيرهم حائرين لا يدرون كيف يتوجهون فيه إلى مقصد، مدة أربعين سنة عقوبة لهم على تفريطهم فى أمر الله تعالى .فقال تعالى مخبرا عن موسى أنه قال: يا قومى ادخلوا الأرض المقدسة أى المطهرة(تفسير ابنِ كثير، ج٣ص٦٧، سورة المائدة)

www.idaraghufran.org

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم ''ارضِ مقدسہ'' میں داخل ہوجاؤ، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر فرمائی ہے،اور پیٹھ پھیر کر نہ پھرنا، ورنہ تم نقصان والوں میں سے ہوجاؤگے۔قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ(سورة المائدة، رقم الآية ۲۱)

یعنی''اے میری قوم!اس مقدس سرزمین میں داخل ہوجاؤ، جواللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے،اوراپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو،ورنہ پلٹ کرنامراد جاؤگے''۔

''مقدس سرزمین'' سے مرادشام اور فلسطین کا علاقہ ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو انبیائے کرام مبعوث کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا، اس لیے اس کو''مقدس'' فرمایا گیا ہے، اس وقت فلسطین پر ایک کافر قوم کا قبضہ تھا، جو''عمالقہ'' کہلاتے تھے،لہٰذا اس حکم کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ بنی اسرائیل فلسطین جاکر''عمالقہ'' سے جہاد کریں۔

مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ بھی کرلیا گیا تھا کہ جہاد کے نتیجے میں تمہیں فتح ہوگی، کیونکہ سرزمین تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے(آسان ترجمۂ قرآن)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس حکم کی تعمیل میں فلسطین کی طرف روانہ ہوئے، جب فلسطین کے قریب پہنچے ،تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں بارہ نقیب (نگران) مقرر فرمائے تھے،تاکہ وہ اپنے اپنے قبیلے کی نگرانی کرسکیں، جب انہیں جہاد کا حکم ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بارہ نقیبوں کو مقدس سرزمین کے حالات معلوم کرنے پر مامور کیا، تاکہ وہاں کے حالات اور عمالقہ کی قوت کے مطابق جہاد کی تیاری کی جاسکے۔

آپ نے انہیں یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ تم اس قوم کی ظاہری طاقت اور شان وشوکت کو بنی اسرائیل کے سامنے ظاہر نہ کرنا، ورنہ وہ بددل ہوکر جہاد سے گریز کریں گے، حالانکہ اللہ نے اس زمین کو فتح کرنے کا وعدہ فرمایا ہے،اور وہ ضرور ہمیں فتح نصیب کرے گا۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

انڈا

انڈا پرندوں اور جانوروں کے جسم سے حاصل ہونے والی ایک غذا ہے۔

انڈے کو عربی میں ''بیضۃ'' اور انگریزی میں EGG کہا جاتا ہے۔

انڈے کے بارے میں بعض غیر مستند روایات مشہور ہیں، جن کی محدثین نے تحقیق کر کے نشاندہی فرمائی ہے، ذیل میں پہلے ان روایات کو تردید کی غرض سے نقل کیا جاتا ہے:

انڈے کے بارے میں ایک غیر مستند روایت یہ مشہور ہے کہ ''انبیاء میں سے کسی نبی نے اللہ عزوجل سے کمزوری کی شکایت کی''، تو انہیں انڈا کھانا کا حکم فرمایا''

مگر محدثین نے اس روایت کو ضعیف وموضوع روایات کے باب میں ذکر کیا ہے (الآثار المروية في الأطعمة السرية، لابن بشكوال المتوفى:578 هـ، رقم الرواية ٢٦، ما جاء في البيض) [1]

ایک دوسری غیر مستند روایت میں ہے کہ ''ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد کی کمی کی شکایت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں انڈا کھانا کا حکم فرمایا، تو اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا انڈا؟ تو فرمایا کہ کوئی بھی انڈا، چاہے، چیونٹی کا ہی ہو''۔

مگر بعض محدثین نے اس روایت کے راوی کو جھوٹا اور کذّاب قرار دیا ہے (اللآلی المصنوعۃ، ج ۲، ص ۱۹۸) [2]

---

[1] أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْعَلَوِيُّ غَيْرَ مَرَّةٍ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ دَلُّوَيْهِ الدَّقَّاقُ، ثنا أَبُو الْأَزْهَرِ السَّلِيطِيُّ، ثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، شَكَا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ الضَّعْفَ، فَأَمَرَهُ بِأَكْلِ الْبَيْضِ " "تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو الْأَزْهَرِ، عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ (شعب الايمان، رقم الرواية ٥٥٥٠)

[2] حَدَّثَنا أبي رحمه الله، حَدَّثَنا عبد الله بن جعفر الخشاب، حَدَّثَنا الحسين بن معاذ الأخفش، حَدَّثَنا فيض بن الوثيق، حَدَّثَنا محمد بن محمد الثقفي، عَن جعفر بن محمد، عَن أبيه، عَن جَدِّه، عَن علي: أن رجلا شكى إلى النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم قلة الولد فأمره النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم بأكل البيض فقال: يا رسول الله أي البيض؟ فقال: كل بيض ولو بيض النمل (الطب النبوى لابى نعيم الاصفهانى، رقم الرواية ٤٣٨، باب فيما يقوى الإيعاظ ويزيد في الباه)

www.idaraghufran.org

اور ایک روایت میں اس طرح کا واقعہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، اور محدثین نے اسے موضوع ومَن گھڑت قرار دیا ہے (اللآلی المصنوعۃ، ج۲،ص۱۹۸) [1]

مذکورہ تفصیل میں انڈے سے متعلق بعض غیر مستند روایات کی نشاندہی ہے، جن کی محدثین اور اہلِ علم حضرات نے وضاحت کی ہے، تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب غیر معتبر اور ضعیف ومن گھڑت روایات کا علم ہو سکے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غیر مستند روایات کی نسبت کرنے کے گناہ سے بچا جا سکے، البتہ انڈے کی افادیت اور خواص اپنی جگہ مسلَّم ہیں، اسی وجہ سے انڈے کے فوائد اور خواص قدیم اطباء نے بھی تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔

ذیل میں انڈے سے متعلق بعض طبی ودیگر معلومات ذکر کی جاتی ہیں۔

انڈا نہایت لطیف طاقت ور اور جلد ہضم ہونے والی، خون پیدا کرنے اور عام جسمانی کمزوری ومخصوص کمزوری کو دور کرنے والی بہترین غذا اور بہترین دوا ہے، اس سے صالح اور صاف خون خوب بنتا ہے، جن پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان ہی پرندوں کے انڈے بھی کھائے جاتے ہیں، لیکن ان میں سب سے بہتر مرغی کا انڈا شمار کیا جاتا اور زیادہ کھایا جاتا ہے۔

انڈا تازہ استعمال کرنا مناسب ہے۔ دیہاتوں میں عموماً تازہ انڈے دستیاب ہو جاتے ہیں۔

تازہ انڈے کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس کو ہاتھ میں لیکر روشنی کی طرف دیکھیں تو اس میں روشنی کی جھلک نظر آتی ہے، اس کے علاوہ تازہ انڈے کو اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ اس میں ڈوب جاتا ہے، اس کے برخلاف جو انڈا خراب ہوتا ہے نہ تو اس میں روشنی کی طرف کر کے دیکھنے سے روشنی نظر آتی ہے اور نہ وہ پانی میں ڈوبتا ہے بلکہ پانی کے اوپر تیرا کرتا ہے۔

انڈے کے تین حصے ہوتے ہیں، ایک انڈے کی زردی، دوسرا انڈے کی سفیدی، تیسرا انڈے کا چھلکا یا خول، اور ان تینوں حصوں کے مختلف فوائد وخواص ہیں۔

---

[1] أخبرنا أحمد بن محمد فی کتابه أخبرنی محمد بن الحسین الموصلی، حَدَّثَنا ابن أبی طاهر، حَدَّثَنا أبو الربیع الزهرانی، حَدَّثَنا المفضل بن فضالة، عَن حماد بن سلمة، عَن أیوب، عَن نافع، عَن ابن عُمَر: أن رجلا شکی إلی النبی صَلَّی الله عَلَیْهِ وَسلَّم قلة النسل فأمره بأکل البیض (الطب النبوی لابی نعیم الاصفهانی، رقم الروایة ۴۳۹) قال ابن حبان موضوع بلا شک (اللآلی المصنوعة، ج۲، ص۱۹۸)

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ — مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

☐......15/22/29/ربیع الاول، اور 6/13/ربیع الآخر 1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

☐......17/24/ربیع الاول، اور یکم/8/اور15ربیع الآخر 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

☐......22/ربیع الاول، بروز جمعۃُ المبارک، بعد عشاء، مفتی صاحب، مدیر نے جناب عارف پرویز صاحب، کے بیٹے کا نکاحِ مسنون پڑھایا۔

☐......6/ربیع الآخر، بروز جمعۃُ المبارک، بعد عشاء، مفتی صاحب مدیر مع چند اراکینِ ادارہ کے، جناب عارف پرویز صاحب، کے بیٹے کے ولیمہ میں شریک ہوئے۔

☐......7/ربیع الآخر، بروز ہفتہ، مفتی صاحب مدیر کا اسلام آباد میں ایک مقام پر، جناب فیصل نور صاحب کی دعوت پر ایک تقریب میں اصلاحی بیان ہوا۔

☐......20/ربیع الآخر بروز بدھ، تعمیرِ پاکستان سکول میں تربیتی سرگرمیوں کے تحت طلبہ کے لئے ایک تقریب منعقد ہوئی، جس میں طلبہ نے تلاوت، حمد ونعت اور تقریر میں حصہ لیا، بعد میں نمایاں کارکردگی والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

✍ **21/اکتوبر/2021ء/14/ربیع الاول/1443ھ**:پاکستان:پاکستان دنیا کا چوتھا مہنگا ترین ملک بن گیا،مہنگائی کی شرح9فیصد،معروف بین الاقوامی جریدے''دی اکانومسٹ'' کی رپورٹ ✍ **22/اکتوبر**:پاکستان:FATF،پاکستان پھر گرے لسٹ میں برقرار،باقی نکات پر جلد عمل کرلیں گے،وزیرخزانہ،پاکستان نے منی لانڈرنگ کے خاتمے کے لیے نمایاں پیش رفت کی،فٹیف،اگلا جائزہ اجلاس فروری 2022میں ہوگا ✍ **23/اکتوبر**:سعودی عرب:مکہ مکرمہ،کورونا پابندیاں ختم،جمعہ کو خانہ کعبہ نمازیوں سے بھر گیا،ویکسین شدہ شہری جوق در جوق مطاف میں داخل،اپنے رب کے حضور نمازِ جمعہ ادا کی ✍ **24/اکتوبر**:پاکستان:آئی ایم ایف سے مذاکرات میں ڈیڈ لاک برقرار،روپے کی قدر میں مزید کمی،ٹیکس چھوٹ ختم کرنے کا مطالبہ ☚ وزیرِ اعظم سعودی عرب پہنچ گئے،روضہ رسول ﷺ پر حاضری،عمرہ بھی ادا کیا ✍ **25/اکتوبر**:پاکستان:عدمِ اعتماد پروونٹنگ سے ایک روز قبل وزیرِاعلیٰ بلوچستان جام کمال مستعفی،کابینہ بھی تحلیل ہوگئی ✍ **26/اکتوبر**:پاکستان:پختونخوا،بلدیاتی انتخابات کے لیے پولنگ 19دسمبر کو ہوگی،پہلے مرحلہ کے لیے 17اضلاع میں انتخابی شیڈول جاری ✍ **27/اکتوبر**:پاکستان:ڈالر175روپے سے بڑھ گیا،تولہ سونا ایک لاکھ 32ہزار کی بلند ترین سطح پر،سٹاک مارکیٹ میں مندی برقرار ✍ **28/اکتوبر**:پاکستان:وزیرِاعظم دورہ سعودی عرب کے اثرات،سعودی عرب 3ارب سٹیٹ بینک میں جمع،1.2ارب ڈالر کا مؤخر ادائیگیوں پر تیل دے گا،روپے کی قدر میں استحکام لانے میں مدد ملے گی،وزارتِ خزانہ ✍ **29/اکتوبر**:پاکستان:بلوچستان میں تبدیلی،عبدالقدوس بزنجو بلا مقابلہ وزیرِاعلیٰ،جمعرات کو مقرر وقت تک کسی نے بھی کاغذاتِ نامزدگی جمع نہیں کرائے،آج حلف اٹھائیں گے،سپیکر کے عہدے سے استعفیٰ منظور ✍ **30/اکتوبر**:پاکستان:مختلف ارکانِ اسمبلی کو28ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ جاری،راولپنڈی کو 2ارب 40 کروڑ،لاہور کو ایک ارب 13 کروڑ کا فنڈ ملا ✍ **31/اکتوبر**:پاکستان:جولائی تا دسمبر وفاقی بجٹ خسارہ745ارب روپے رہا ✍ **یکم/نومبر**:پاکستان:حکومت اور ٹی ایل پی کے درمیان 13نکاتی معاہدہ،نگرانی کے لیے اسٹیرنگ کمیٹی قائم ✍ **2/نومبر**:پاکستان:تیسرا ترمیمی آرڈیننس جاری،چیئرمین نیب کو ہٹانے کا اختیار صدر کے حوالے،ہٹانے کی بنیاد سپریم کورٹ کے جج

www.idaraghufran.org

والی ہوگی، 6اکتوبر سے اطلاق ✍ 3/نومبر : پاکستان: پاکستان اور جرمنی کے مابین کروڑوں یورو کا معاہدہ، سماجی تحفظ، ڈیجیٹل گورننس اور صحت کے شعبے پر خرچ ہوں گے ✍ 4/نومبر : پاکستان: اضافی بجلی استعمال پر رعایتی پیکج منظور، یکم نومبر سے اطلاق، ریٹ 12.96روپے فی یونٹ ہوگا ✍ 5/نومبر : پاکستان: رات گئے پیٹرول مہنگا، پٹرول 8.03، ڈیزل 8.14روپے لٹر مہنگا، پٹرول کی نئی قیمت 145.82، ہائی سپیڈ ڈیزل 142.62، مٹی کے تیل کی قیمت 116.53روپے ہوگئی ✍ 6/نومبر : پاکستان: پٹرول کے بعد بجلی بھی مہنگی، 1.68روپے یونٹ اضافہ، مہنگائی کے خلاف پارلیمنٹ میں اپوزیشن کا احتجاج ✍ 7/نومبر : پاکستان: تحریک لبیک پر پابندی ختم، وفاقی کابینہ نے وزارتِ داخلہ کی بھیجی سمری منظور کرلی، نوٹیفکیشن جاری ✍ 8/نومبر : پاکستان: بلوچستان کی 14رکنی نئی کابینہ نے حلف اٹھالیا، وزیرِ اعلیٰ نے پانچ مشیروں کی بھی منظوری دے دی ☚ اے اللہ! پاکستان کو مستحکم اسلامی ریاست بنادے، تبلیغی اجتماع دعا کے ساتھ ختم ✍ 9/نومبر : پاکستان: الیکشن کمیشن کا ''ڈسکہ دھاندلی'' کرنے والوں کے خلاف فوجداری کاروائی کا فیصلہ ✍ 10/نومبر : پاکستان: پنجاب میں ڈینگی سے مزید 6افراد زندگی کی بازی ہار گئے، بخار کی دوا نایاب ✍ 12/نومبر : پاکستان: اوپن مارکیٹ میں ڈالر 176.50روپے کا ہوگیا، فی تولہ سونا 3300روپے مہنگا ✍ 13/نومبر : پاکستان: خام تیل کی عالمی قیمتیں کم ہوکر 82.87ڈالر بیرل ہوگئیں ✍ 14/نومبر : پاکستان: سموگ، لاہور میں ایئر کوالٹی 350 تک جا پہنچی، سانس لینا دشوار ☚ بھارت: سموگ، دہلی میں سکول بند، ضرورت پڑنے پر حکومت 2دن لاک ڈاؤن لگاسکتی ہے، بھارتی سپریم کورٹ ✍ 15/نومبر : پاکستان: 12 تا 15سالہ بچوں کی کورونا ویکسین جزوی معطل، بہتر شرح والے شہروں میں پابندیاں نرم ✍ 16/نومبر : پاکستان: پڑولیم مصنوعات کی موجودہ قیمتیں برقرار رکھنے کا فیصلہ ✍ 17/نومبر : پاکستان: سندھ، بلوچستان میں CNG کی قیمت میں 20روپے کلو اضافہ ✍ 18/نومبر : پاکستان: پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس، حکومت نے عددی برتری ثابت کردی، الیکٹرانک ووٹنگ مشین سمیت 33بل منظور، اپوزیشن کا ہنگامہ، واک آوٹ ✍ 19/نومبر : پاکستان: کابینہ کمیٹی، توانائی اجلاس، گیس لوڈ مینجمنٹ پلان کی طلب سے متعلق تجاویز منظور، سردیوں میں کیپٹو پاور اور سی این جی سیکٹر کو گیس فراہمی بند کرنے کا فیصلہ ✍ 20/نومبر : پاکستان: شرح سود میں ڈیڑھ فیصد اضافہ، 8.75ہوگئی، درآمدات، ترسیلات کم، اور مہنگائی بڑھ گئی۔